شمائلِ رسول ﷺ

سراپائے رسول ﷺ کا حسین و جمیل مرقع

مؤلف

شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

محمد میاں صدیقی

اسلامک بک فاؤنڈیشن

۲۴۹ - این سمن آباد - لاہور

واحد تقسیم کار: "المعارف" گنج بخش روڈ، لاہور

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ

کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
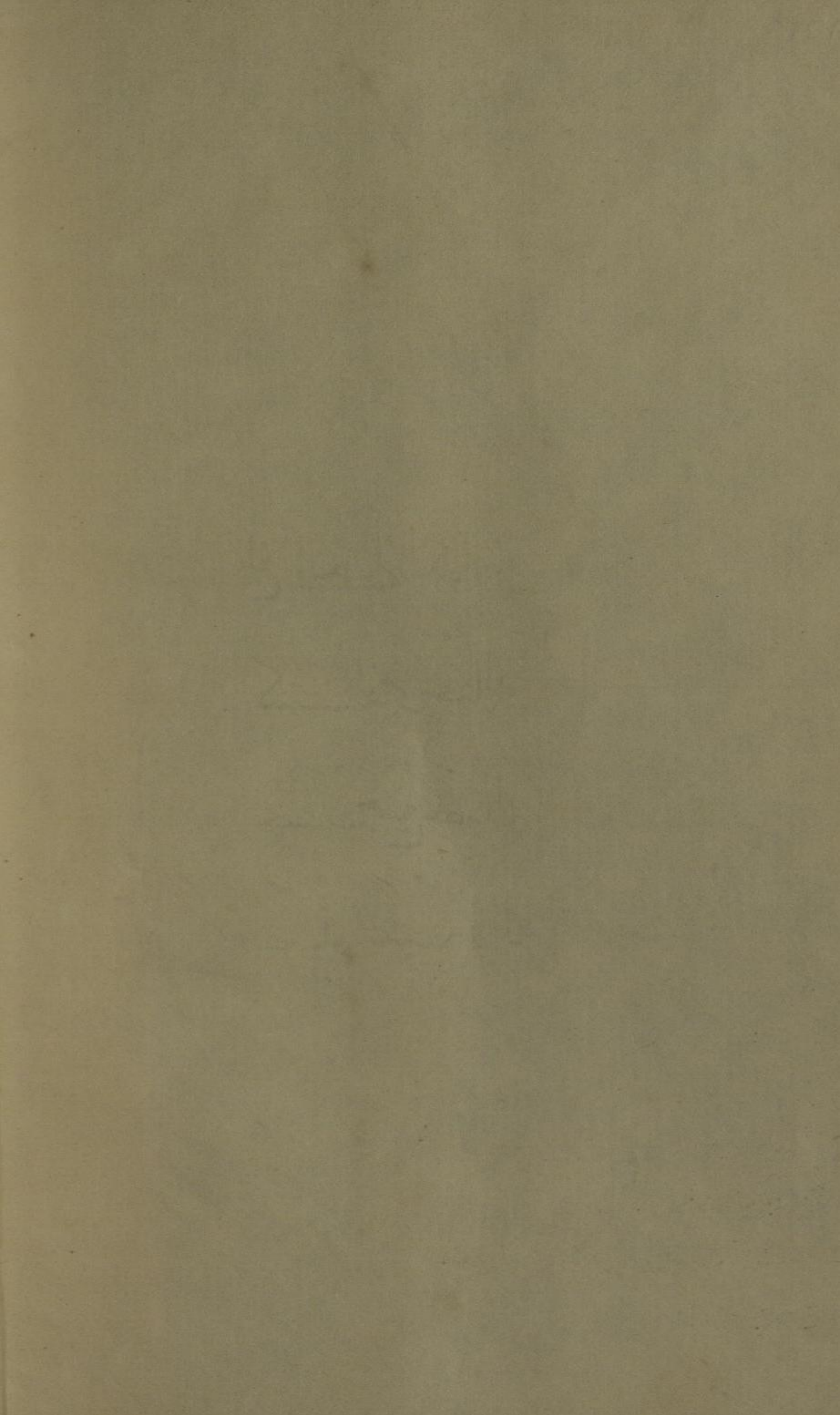
اُردو ترجمہ

وَسَائِلُ الوُصُوْل

إلیٰ

شَمَائِلِ الرَّسُوْل

صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

الشیخ یوسُف بن اسماعیل النبہانی رحمہ اللہ

۱۲۶۵ھ ـــــــ ۱۳۵۰ھ

حسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

سراپائے رسول ﷺ کا حسین وجمیل مرقع

مؤلف

شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی ؒ

مترجم

محمد میاں صدیقی
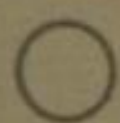
اسلامک بک فاؤنڈیشن

۲۴۹- این- سمن آباد- لاہور

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۵

جملہ حقوق بحق اسلامک بک فاؤنڈیشن محفوظ ہیں

ناشر : ——— اسلامک بک فاؤنڈیشن - لاہور

طابع : ——— معارف پرنٹنگ پریس - لاہور

تقسیم کار : ——— المعارف - گنج بخش روڈ - لاہور

سالِ اشاعت : ——— ۱۳۹۷ھ ——— ۱۹۷۷ء

تعداد : ——— ایک ہزار

قیمت : ——— مجلد دس روپے
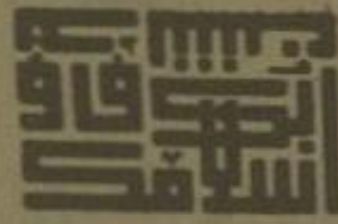
بسعی واہتمام:

الحاج محمد ارشد قریشی القادری

ایم اے (اقتصادیات) ایم اے (علوم اسلامیہ)

اعزازی ڈائریکٹر : اسلامک بک فاؤنڈیشن

۲۴۹ - این سمن آباد - لاہور ○ فون ۴۲۴۷ ۴۱۵

واحد تقسیم کار: "المعارف"، گنج بخش روڈ، لاہور

ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

" شمائل رسول " کے مؤلف، علامہ یوسف بن اسماعیل بن حسن بن محمد نبہانی، چودھویں صدی ہجری کے اوائل کی ایک فاضل اور یگانۂ روزگار شخصیت ہیں، بلند پایہ شاعر، ادیب، اور مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ صوفی بھی تھے، مختلف دینی موضوعات پر آپ کی کم و بیش پچاس کتابیں بازار علم کی زینت بنیں، مگر آپ کے قلم اور فکر و نظر کا زیادہ تر محور، ذات رسول، اور سیرت رسول علیہ السلام رہی،

نبی علیہ السلام کی ذات گرامی سے آپ کو جو والہانہ عشق تھا، اس کی حرارت آپ کی تحریروں میں نمایاں ہے، یہ اسوۂ رسول سے عشق و محبت کا اعجاز ہی تھا جس نے آپ کے قلم سے ہزاروں صفحات، نبی علیہ السلام کی سیرت، اور اخلاقِ حسنہ پر تحریر کرائے

آپ ۱۲۶۵ھ کو فلسطین میں پیدا ہوئے، الازہر قاہرہ میں اکتساب علوم کیا۔ اور ۲۹ رمضان ۱۳۵۰ھ کو اپنے آبائی گاؤں اجزم میں آسودۂ لحد ہوئے۔

مجھے خوشی ہے کہ علامہ موصوف کی ایک نفیس کتاب، شمائل الرسول کو اردو میں منتقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں،

عرصہ سے شمائل رسول پر کوئی کتاب مرتب کرنے کی خواہش تھی کہ شاید مجھ گنہ گار اور روسیہ کے لئے، آں حضور کی شفاعت اور نظر کرم کا ذریعہ بن جائے، گذشتہ ماہ علامہ موصوف کی " وسائل الوصول الی شمائل الرسول " کا ذکر آیا، میرے عزیز اور قابل احترام دوست جناب

حاجی محمد ارشد قریشی صاحب نے بڑی شد و مد کے ساتھ مجھ ناچاچیز سے اس کتاب کے ترجمہ کے لئے فرمایا، یہ غالباً ۲۰ صفر کی بات ہے، ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوا کہ ۸ ربیع الاوّل تک ترجمہ مکمل ہو جائے تاکہ ۱۲ ربیع الاوّل کو، عید میلاد النبیؐ کی تقریب سعید پر "فاؤنڈیشن" کی طرف سے بارگاہِ نبوت میں نذرِ عقیدت کے طور پر پیش کی جا سکے۔ اتنے کم وقت میں تقریباً دو سو صفحات کا ترجمہ کرنا، بڑی آزمائش میں ڈال دینے کے مترادف تھا، مگر جس جذبہ کے ساتھ قریشی صاحب نے یہ بات کہی، اُس نے مجھے اس آزمائش میں پڑنے کے لئے آمادہ کیا خدا کے فضل و کرم، اور نبی علیہ السلام کی برکت سے یہ کام دو ہفتہ میں پایہ تکمیل تک پہنچا،

کوشش یہی کی ہے کہ کتاب پڑھتے وقت ترجمہ کا احساس نہ ہو، مگر ترجمہ، بہرکیف ترجمہ ہے، پھر اتنا بھی وقت نہیں تھا کہ اس پر نظر ثانی ہو سکے، اس لئے قارئین جہاں کوئی خامی محسوس کریں، اس سے درگزر فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ اصل کتاب کی طرح ترجمہ کو بھی مقبول فرمائے۔ اور قارئین کرام کو عشق رسولؐ کی دولت سے مالامال فرمائے، (آمین)۔

محمد میاں صدیقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اس خدائے بزرگ و برتر، اور ربِ کونین کے لئے ہیں، ایسی تعریفیں جو اس کی نعمتوں کا حق ادا کر سکیں۔ اور اس کے فضل و کرم کے مشابہ ہو سکیں؛ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اے اللہ! تو ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، جنھیں تو نے ساری کائنات کی امامت و سیادت کے لئے چنا، اور جو سید الکونین ہیں، جنھیں تو نے بہترین خصلتوں سے آراستہ کیا، معجزات سے نوازا، اور کائنات کی طرف بھیجا تاکہ پوری انسانیت کو پاکیزہ اخلاق سے سنواریں۔ ان پر ایسا درود و سلام نازل فرما۔ جو سب سے کامل اور سب سے جامع ہو، اور جس کی برکتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہوں۔

ایسا درود نازل فرما، جو تیرے اس قرب کے مناسب ہو جس سے تو نے بجز اُن کے کسی کو نہیں نوازا، اور تیری اس محبت کا عکاس ہو جس کے ساتھ ازل سے ابد تک ہمارے نبی علیہ السلام کو مخصوص کیا۔

اے اللہ! تو ہمارے آقا پر ایسا درود و سلام نازل فرما۔ جس کے احاطہ سے زبان و قلم کی وسعتیں قاصر ہوں، اور انسان اور فرشتے جس کے بیان سے عاجز و درماندہ رہ جائیں۔

ایسا درود و سلام، جس کی سیادت اور برتری تمام سلاموں پر ایسی ہی ہو جیسے ساری کائنات اور مخلوق پر نبی علیہ السلام کی۔

ایسا درود و سلام، جسکا نور تاباں مجھے ہر سمت سے ڈھانپ لے۔ میری زندگی کے

تمام اجزائے پریشاں کو روشن کردے، زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی،
آپ کے پاکیزہ اہل بیت پر، اور پسندیدہ ساتھیوں پر بھی بے شمار درود وسلام
نازل فرما۔!

میرے دل میں یہ احساس جاگزیں ہوا کہ میں ایک ایسی کتاب مرتب کردوں جو میرے لئے اللہ کی، اور اللہ کے رسولؐ کی خوشنودی کا ذریعہ بن جائے۔ اور مجھ گنہ گار کو نبی علیہ السلام کے کفش برداروں کے زمرہ میں شامل کردے۔ مگر علمی بے مائگی، اور لغزشوں کی فراوانی نے عزم وارادہ کی باگ تھام لی، اور مجھے اس کی انجام دہی سے روک دیا، معاً خدا کے بے پایاں فضل وکرم نے دل کے دروازہ پر دستک دی، اور اس احساس کو زندہ کیا کہ۔ تو کیسا ہی خطاوار سہی، مگر نبی علیہ السلام کا اُمتی تو ہے! اس جذبے کے بیدار ہوتے ہی مجھ میں ایسی جرأت و بے باکی پیدا ہوئی جس کا مظاہرہ ایک ناسمجھ بچہ، اپنے شفیق اور رحمدل باپ کے آگے کرتا ہے، اور یکایک میری نظر اللہ جَلَّ شَانہٗ کے اس ارشاد پر جم گئی۔ لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤوف رحیم"۔

کتنے ان پڑھ دیہاتی جو عقل وفہم کی روشنی سے محروم، اور تہذیب شائستگی کی دولت سے بے بہرہ تھے، جناب رسالت مآب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور ایسے ترش لہجہ کے ساتھ مخاطب ہوئے کہ ان کے لب ولہجہ کی تیزی، نیزہ کی دھار کو بھی شرمائے لیکن آپ نے ان کو ڈانٹا نہیں، مجلس سے دھتکارا نہیں، درگزر سے کام لیا، اور نرمی کے ساتھ ان کو جواب دیا۔ انہیں اپنے سے مانوس کرنے کی کوشش کی، نہ ان کو جھڑکا اور نہ ملامت کی، انہیں اخلاق محمدی سے آراستہ کیا۔ احسان وصلہ رحمی کے ذریعہ انہیں سعادت اور نیک بختی کے سانچے میں ڈھالا۔ تاآنکہ ان کی بدویت اور ناشائستگی کی تلخی کم ہوگئی،

اور ان کی تند و تیز خصلتیں، انسانی شرافت کے قالب میں ڈھل گئیں، ان کی نفرت محبت سے، دوری قرب سے، جنگ و جدال صلح و آشتی سے، اور جہالت علم سے بدل گئی، ان کی وحشت و درندگی نے انسانیت کا روپ دھار لیا، اور نفرت کی بجائے محبت کو انہوں نے اپنا شعار بنا لیا۔

نبی علیہ السلام کے محاسن اخلاق کی اس جیسی بے شمار مثالیں تاریخ کے صفحات پر نظر آئیں جنہوں نے مجھے یہ امید دلائی کہ میری یہ ادنیٰ کوشش، قبولیت کے شرف سے نوازی جائے، مجھے آپ کے خدمت گزاروں میں شمار کیا جائے، اور خدا کے بے پایاں کرم سے یہ کوئی بعید نہیں کہ وہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میری خدمت کو رضا اور قبولیت کا اعزاز بخشے۔

بہر کیف میں نے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے، نبی علیہ السلام کے شمائل پر ایک کتاب کی جمع و ترتیب کا ارادہ کر لیا۔

میں نے اس مجموعہ میں شمائل سے متعلق ان تمام روایات کو لیا، جو امام محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ نے اپنی مسند میں جمع کی ہیں، البتہ ان روایات میں جو مکرر تھیں، انھیں حذف کر دیا، اور روایات کی اسانید حذف کر دیں تاکہ اطناب سے بچا جا سکے۔

امام ترمذیؒ نے جو ترتیب قائم کی تھی، میں نے اس سے بھی گریز کیا، اور ایک نئے طریقہ اور نئے اسلوب پر اس مجموعہ کی ترتیب و تدوین کی، "ترمذی" کے علاوہ حسب ذیل اہم اور بنیادی کتب سے بھی استفادہ کیا، تاکہ اس موضوع پر یہ ایک اچھوتی اور منفرد کتاب بن جائے۔ اور اس مجموعہ کا نام "وسائل الوصول الیٰ شمائل الرسولؐ" رکھا۔

۱۔ "الشمائل" امام ترمذیؒ

۲۔ "المصابیح"	امام بغوی
۳۔ "احیاء علوم الدین"	امام غزالی
۴۔ "الشفاء"	قاضی عیاض
۵۔ "التہذیب"	امام نووی
۶۔ "الہدی النبوی"	امام ابن قیم جوزی
۷۔ "الجامع الصغیر"	امام جلال الدین سیوطی
۸۔ "شرح الجامع الصغیر"	امام عزیزی
۹۔ "المذاہب"	امام قسطلانی
۱۰۔ "کشف الغمہ"	امام شعرانی
۱۱۔ "طبقات الاولیاء"	امام مناوی
۱۲۔ "کنز الحقائق"	امام مناوی
۱۳۔ "حاشیہ الشمائل"	شیخ ابراہیم باجوری

روایات میں جو مشکل اور غریب الفاظ تھے، مستند لغات کی مدد سے حواشی میں ان کی تشریح کر دی گئی، اس طرح نبی علیہ السلام کے شمائل پر یہ ایک مختصر اور عام فہم مجموعہ قارئین کی نذر ہے۔

بعض شمائل کے ذکر میں راوی (صحابی) کا نام بھی ذکر کر دیا ہے، اور اس حدیث کے ماخذ کی بھی وضاحت کر دی ہے۔ اور بعض روایات میں صرف صحابی کے نام پر اکتفا کیا ہے بعض روایات میں صرف حدیث کا متن ذکر کیا ہے۔ راوی اور ماخذ دونوں کے ذکر سے گریز کیا ہے، کیونکہ ماخذ معلوم و مذکور ہیں، ان کے علاوہ، کسی اور جگہ سے قطعاً کوئی روایت یا واقعہ نہیں کیا گیا۔

کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس کی ترتیب و تقسیم حسب ذیل ہے۔

پہلا باب	نسب، اسماء شریفہ
دوسرا باب	حلیۂ مبارک
تیسرا باب	لباس، اور ہتھیار وغیرہ
چوتھا باب	کھانا پینا اور سونا
پانچواں باب	اخلاق و عادات
چھٹا باب	عبادت، ذکر و شغل
ساتواں باب	مختلف احوال، دعائیں، نصائح
آٹھواں باب	علاج، عمر شریف، مرض الوفات، وصال (صلی اللہ علیہ وسلم)

جمع شمائل کا مقصد

نبی علیہ السلام کے شمائل جمع کرنے سے یہ مقصد نہیں ہے کہ محض ایک تاریخ کی حیثیت سے لوگ اسے جانیں اور پڑھیں، اور مجلسوں کا موضوع بنائیں، اور اپنے اغراض و مقاصد کے لئے اس سے دلیلیں تلاش کریں، بلکہ ان کے جمع کرنے اور پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ:

لوگ، نبی علیہ السلام کے محاسن اخلاق کو پڑھ کر روحانی انبساط محسوس کریں، اور آپ کے اوصافِ حمیدہ اور اخلاق فاضلہ کے ذکر و بیان سے حضور کی رضا اور محبت حاصل کرنے کی کوشش کریں جیسے ایک شاعر اپنے ممدوح کے محاسن بیان کر کے، اس کا قرب اور خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کسی محبوب اور ممدوح کی شان میں قصیدے کہنے کی نسبت، نبی علیہ السلام کے محاسن اور اخلاقِ حمیدہ کا ذکرِ جمیل کہیں زیادہ قلب و روح کی فرحت، اور خیر و برکت کا باعث ہے، یہی وجہ ہے کہ جن صحابہ نے، حضورؐ کی مدح کی، جیسے حسان بن ثابتؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ اور کعب بن زبیرؓ۔ آپؐ نے ان سے خوشنودی کا اظہار کیا، اور ان کی حوصلہ افزائی فرمائی، جو لوگ، آپ کے شمائل اور فضائل کی جمع و ترتیب اور اشاعت میں جدوجہد کریں گے، یقیناً وہ حضور کی توجہ اور نظرِ عنایت، اپنی طرف ملتفت پائیں گے

میں نے اسی امید اور بھروسہ پر اس کام کا بیڑا اٹھایا کہ مجھ گنہگار پر آپ کی نظرِ کرم ہو جائے۔ آپ کے ذکرِ جمیل کی برکت سے ہم گمراہی کی تاریکی سے، ہدایت کی روشنی میں آجائیں، اور محرومی و بدبختی کے بدلے، سعادتِ سرمدی ہمارا نصیبہ بن جائے۔ یہ ایسی عظیم نعمت ہے جس کا دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور اس کی جزا صرف خدا ہی دے سکتا ہے۔ خدا نے حضورؐ کو ہماری طرف مبعوث فرمایا۔ انہوں نے ہلاکت اور گمراہی سے نجات دلائی، خدا نے ہمیں کائنات کی بہترین امت بنا کر بھیجا، اپنے پسندیدہ دین سے نوازا، دین و دنیا کی تمام ظاہری اور باطنی نعمتوں سے ہمیں حصۂ وافر عطا کیا، اور اس کی برائیوں سے محفوظ رکھا۔ اور اس تمام تر سعادت اور نیک بختی کی رہنمائی کرنے والے ہمارے حضور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

نبی علیہ السلام کے شمائل کی جمع و ترتیب سے یہ بھی منشا ہے کہ آپ کے عادات و خصائل اور اوصافِ حمیدہ کی معرفت سے دل میں حضورؐ کی محبت جاگزیں ہوتی ہے۔ اس لئے کہ انسان فطری اور طبعی طور پر، اوصافِ حمیدہ کی طرف مائل ہوتا ہے، اور نبی علیہ السلام کے اخلاق و اوصاف سے بڑھ کر کس کے اخلاق و اوصاف ہو سکتے ہیں۔!

جس شخص کے دل میں قبول حق و سعادت کی ذرا سی بھی صلاحیت ہے، اس کے دل میں نبی علیہ السلام کے محاسن اخلاق کے ذکر سے آپ کی محبت اور بڑھے گی۔

نبی علیہ السلام سے، بندہ کو جتنی محبت ہوگی، اتنا ہی خدا اسے اپنی خوشنودی، دائمی سعادت، اور آخرت کی نعمتوں سے نوازے گا، اور (پناہ بخدا) جو حضور کی محبت سے جتنا دور اور بے بہرہ ہوگا، اتنا ہی خدا کی ناراضگی، ابدی شقاوت، اور آخرت کی جانگسل سختیاں اس کا نصیبہ بنیں گی۔

اور آپ کے اخلاق و اوصاف کے جمع کرنے اور ذکر کرنے سے، یہ بھی مقصد ہے کہ انھیں پڑھ کر ہمیں آپ کے اتباع اور نقش قدم پر چلنے کی توفیق ہو۔ آپ کی سخاوت حلم و بردباری، زہد و قناعت اور تواضع کو ہم اپنے لیے نمونہ بنائیں، کہ یہی اللہ کی اور اس کے رسول کی محبت، اور دین و دنیا کی ابدی سعادت کا ذریعہ ہے۔ "ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" (اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میرا (رسول علیہ السلام کا) اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا)

اے اللہ! حق و صداقت کے جادۂ مستقیم میں تو ہمیں آپ کے سچے پیروی کرنے والوں میں بنا، اور اے اللہ! قیامت کے روز ہمارا حشر و انجام اس حال میں ہو کہ ہم آپ کے محبت کرنے والوں کے ساتھ ہوں، اور آپ کے زیر سایہ ہوں۔ (آمین، علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

یوسف بن اسماعیل النبہانی

۱

نسب مبارک، اسمائے شریفہ

نام و نسب

سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ابن عبد مناف بن قصّی بن کلاب بن مرّۃ بن لؤیّ غالب ابن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

یہاں تک علمائے امت کا اجماع ہے، اس کے بعد، آدم علیہ السلام تک جو سلسلۂ نسب ہے، وہ مستند اور معتبر نہیں، خود نبی علیہ السلام جب اپنا نسب مبارک بیان فرماتے تو معد بن عدنان بن اُدد تک بیان فرماتے، اس کے بعد خاموش ہو جاتے اور فرماتے: "اگر کوئی شخص اس کے آگے نسب بیان کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وقروناً بین ذلک کثیراً۔

آپ کا نسب، سب سے اعلیٰ نسب ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا، ان میں سب سے بہتر مجھے بنایا، اس کے بعد قبائل کو چنا، اور ان میں سے بہتر قبیلہ سے مجھے بنایا۔ پھر گھروں کو چنا، اور سب سے بہتر میرا گھرانہ بنایا" جان لو! کہ اپنی ذات اور شخصیت کے اعتبار سے بھی، اور گھر کے اعتبار سے بھی میں لوگوں میں سب

سے بہتر ہوں۔

واثلہ بن اسقع رضہ کہتے ہیں کہ: نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ "اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے اسمٰعیل کو چنا، اور اسمٰعیلؑ کی اولاد سے بنی کنانہ کو منتخب کیا، نبی کنانہ سے قریش کو منتخب کیا، قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا، اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب کیا۔

ابن عمر رضہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا" اللہ نے ایک مخلوق کو منتخب کیا، اس میں سے بنی آدم کو منتخب کیا، بنی آدم سے عرب کو، عرب میں سے قریش کو، قریش میں سے بنی ہاشم کو، پھر بنی ہاشم سے مجھے منتخب کیا، اور یہ انتخاب ہمیشہ باقی رہے گا۔ آگاہ ہو جاؤ، جس نے میری محبت کی وجہ سے عرب کو محبوب رکھا، میں اسے محبوب رکھوں گا، اور جس نے عرب سے نفرت کی، میں بھی اس سے اپنی نفرت کا اظہار کرتا ہوں۔

اسمائے شریفہ

نبی علیہ السلام کے بہت سے اسمائے گرامی ہیں۔ امام نوویؒ نے "تہذیب" میں، قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی نے "الاحوذی" میں لکھا، اور بعض صوفیا نے کہا "اللہ جل شانہٗ کے ایک ہزار نام ہیں، اور نبی علیہ السلام کے بھی ایک ہزار نام ہیں۔

جبیر بن مطعمؓ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میرے بہت سے نام ہیں، میں محمدؐ ہوں، میں احمدؐ ہوں، میں "ماحی" ہوں، یعنی کفر مٹانے والا ہوں، میں "حاشر" ہوں، یعنی میرے قدموں تلے میدانِ حشر قائم ہوگا، اور میں "عاقب" ہوں، یعنی سب سے بعد میں آنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا"

حذیفہ بن الیمان رضہ کہتے ہیں: میں مدینہ میں بارہا نبی علیہ السلام سے ملا، آپ فرمایا کرتے: میں محمدؐ ہوں، میں احمدؐ ہوں، میں نبیِ رحمت اور نبیِ توبہ ہوں، میں خاتم النبیین

ہوں، میں جہاد اور جنگ و قتال کرنے والا نبی ہوں" (۱)۔ "تہذیب" میں ہے، خدا نے قرآن حکیم میں آپ کو، رسول، نبی، اُمی، شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، رؤف رحیم، مذکر اور ہادی کے لقب سے نوازا، اور آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت و نعمت بنا کر بھیجا۔"

"تہذیب" میں ابن عباسؓ سے ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا "قرآن میں میرا نام "محمد" ہے، انجیل میں "احمد" ہے، تورات میں "اُحید" ہے، اور میرا نام "احید" اس لئے رکھا گیا کہ میں اپنی امت کو، دوزخ کی آگ سے الگ ہٹانے والا ہوں"۔ امام نوویؒ نے ابن عساکر سے نقل کیا کہ "خاتم"، "طٰہٰ"، "یٰسین"، "عبداللہ"، اور "خاتم الانبیاء" بھی آپ کے اسمائے گرامی ہیں۔

قسطلانی "مواہب" میں، اور باجوری "حاشیۃ الشمائل" میں کعب احبار سے نقل کرتے ہیں کہ: اہل جنت کے نزدیک، نبی علیہ السلام کا اسم گرامی عبدالکریم ہے اہل دوزخ کے نزدیک عبدالجبار، اہل عرش کے نزدیک عبدالحمید، تمام فرشتوں کے نزدیک عبدالمجید، انبیاء کرام کے نزدیک عبدالوہاب، شیاطین کے لئے عبدالقہار، جنات کے نزدیک عبدالرحیم، پہاڑوں میں عبدالخالق، صحراؤں عبدالقادر، سمندروں میں عبدالمہیمن زندوں کے نزدیک عبدالقدوس، حشرات الارض کے نزدیک عبدالغیاث، درندوں میں عبدالسلام، جنگلی جانوروں میں عبدالرزاق، چوپایوں میں عبدالمومن، پرندوں میں عبدالغفار ہے، تورات میں آپ کا نام مبارک "موذموذ"(۲) انجیل میں "طاب طاب" دوسرے آسمانی

---

(۱) نبی علیہ السلام کے علاوہ نہ کسی نبی نے جہاد کیا، اور نہ اس کی امت نے، نبی علیہ السلام نے خدا کے دشمنوں سے جہاد کیا، اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں آپ کی امت آج تک اعلائے حق کے لئے مصروف جہاد ہے (۲) موذموذ، ضم میم اور اشمام ہمزہ کے ساتھ، سہیلی کہتے ہیں "میں نے علمائے بنی اسرائیل (باقی ص۱۹ پر)

صحیفوں میں "عاقب"، زبور میں "فاروق"(۲) مذکور ہے، اللہ کے نزدیک "طٰہٰ" اور "یٰسٓ" مسلمانوں میں آپ کا اسم شریف "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم، اور کنیت "ابوالقاسم" ہے۔ کیوں کہ آپ جنت کے مستحق لوگوں میں جنت کی نعمتیں تقسیم فرمائیں گے۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے "البہجۃ السنیۃ فی الاسماء النبویہ" کے عنوان سے ایک رسالہ تالیف کیا، جس میں نبی علیہ السلام کے پانچ سو اسمائے گرامی ذکر کئے ہیں "مواہب" میں قاضی ابوبکر بن العربی کی "احکام القرآن" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسمائے حسنیٰ ہیں، اور نبی علیہ السلام کے بھی ایک ہزار اسمائے گرامی ہیں۔

قسطلانی کہتے ہیں: ایک ہزار اسمائے مبارکہ سے مراد، آپ کے اوصاف حمیدہ ہیں، آپ کے جتنے اسماء مذکور ہیں، وہ سب آپ کی مدحیہ صفتیں ہیں۔ اس طرح آپ کی ہر صفت کے لئے ایک نام ہو گیا تو جیسے آپ کے اوصاف بے شمار ہیں۔ ایسے ہی اسمائے گرامی بھی بے شمار ہو گئے"۔

حافظ سخاوی نے "القول البدیع" میں، قاضی عیاض نے "شفا" میں، اور ابن العربی نے "القبس والاحکام" میں چار سو سے زائد اسمائے گرامی ذکر کئے ہیں، اور انھیں حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے، ان چار سو سے زائد اسمائے مبارکہ میں سے دو سو ایک، امام جزولی نے "دلائل الخیرات" میں ذکر کئے ہیں۔

امام نووی کہتے ہیں: آپ کی معروف کنیت، "ابوالقاسم" ہے، اور جبریل امین علیہ السلام نے آپ کو "ابراہیم" کی کنیت سے پکارا"۔

(باقی ص۲۰ سے آگے) کے ایک شخص سے یہ لفظ سنا، جو اسلام لایا تھا۔ اس کے معنیٰ "طیب طیب" کے ہیں۔ (المواہب) - (۲) جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرے۔ انجیل میں یہی معنیٰ "بارقلیط" کے مذکور ہیں۔

آپؐ کے اسمائے مبارکہ میں، سب سے افضل نام "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم ہے،
انسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ: خدائے بزرگ و برتر نے تخلیق کائنات سے دو ہزار سال
سال قبل آپ کا نامِ مبارک "محمد" رکھا،

ابن عساکر نے "کعب الاحبارؓ" کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے
اپنے بیٹے "شیث" علیہ السلام کو وصیت کی، اور فرمایا "اے بیٹے! تو میرے بعد میرا
نائب اور خلیفہ ہے، تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا شعار بنالے، اور جب بھی خدا کے
ذکر کی توفیق ہو، اس کے ساتھ "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی ضرور لینا۔ میں نے
ان کا نام مبارک عرش الٰہی کے پایہ پر لکھا ہوا دیکھا ہے، میں نے تمام آسمانوں کی سیر
کی، لیکن وہاں کوئی جگہ ایسی نہیں دیکھی جس پر "محمد" لکھا ہوا نہ ہو، میرے پروردگار نے
مجھے جنت میں رکھا، وہاں میں نے کوئی محل، اور کوئی جھروکہ ایسا نہیں دیکھا جس پر
نام "محمد" نہ ہو، میں نے نام محمد حوروں کے سینوں، جنت کے درختوں کے پتوں
شجر طوبیٰ کے پتہ پر، سدرۃ المنتہیٰ کے پتہ پر، پردوں کے کونوں پر، اور فرشتوں کی آنکھوں
کے درمیان لکھا ہوا دیکھا۔ تو ان کا ذکر کثرت سے کرنا، کیونکہ فرشتے ہر آن محمد کا ذکر کرتے
رہتے ہیں"۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اغر علیہ للنبوۃ خاتم	من اللہ من نور یلوح و یشہد
وضم الالٰہ اسم النبی الی اسمہ	اذا قال فی الخمس المؤذن اشہد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ	فذو العرش محمود و ہذا محمد

۲

حُلیۂ مبارک، اوصافِ حمیدہ

جمالِ صورت

"مواہب" میں ہے کہ:

"تکمیل ایمان کے لئے اس بات کا یقین ضروری ہے۔ کہ خدا نے نبی علیہ السلام کے جسم مبارک کو اس انداز سے پیدا کیا کہ نہ آپ سے پہلے کسی انسان کے جسم کی تخلیق اس طریقہ سے ہوئی اور نہ بعد میں"۔ ابوصیری نے کیا خوب کہا:

"قسم اس ذات کی جس نے آپ کے محاسن اور صورت کو کمال بخشا پھر آپ کو اپنا محبوب بنانے کے لئے چُنا۔ آپ اس بات سے بری ہیں کہ کوئی محاسن میں آپ کا شریک ہو۔ اور آپ کا جوہر حسن ناقابل تقسیم ہے"

قرطبی کتاب الصلوٰۃ" میں کہتے ہیں: نبی علیہ السلام کا حسن سراپا ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا، اگر آپ کا حسن سراپا پورے طور پہ ظاہر کر دیا جاتا۔ تو آنکھیں اس کے دیدار سے عاجز و درماندہ ہو جاتیں"۔

بہت سے صحابہ نے بیان کیا۔ آپ بڑے خوب صورت جسم والے تھے" انسؓ کہتے ہیں: "نبی علیہ السلام نہ بہت دراز قامت تھے نہ پستہ قد (بلکہ آپ کا قد درمیانہ تھا)، نہ آپ کا رنگ چونے کی طرح بالکل سفید تھا، اور نہ زیادہ گندم گوں (ایک گونہ ملاحت

لٹئے ہوئے تھا، آپ کے بال نہ بالکل سیدھے تھے، اور نہ زیادہ پیچ دار، بلکہ ان میں ہلکا سا گھنگھریالہ پن تھا"

نبی علیہ السلام میانہ قد تھے (قدرے درازی مائل) آپ کے دونوں شانوں کے درمیان اوروں کی بہ نسبت زیادہ فاصلہ تھا، سر کے بال گھنے تھے، جو کانوں کی لوؤں تک آئے رہتے تھے۔

آپ کی ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں، گوشت سے بھرے ہوئے تھے، یہ صفات مردوں کے لئے پسندیدہ ہیں، اس لئے کہ قوت اور بہادری کی علامت ہیں۔ سر مبارک بڑا تھا۔ اور اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں، سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی باریک دھاری تھی۔ جب آپ چلتے تو ایسا محسوس ہوتا، گویا بلندی سے پستی کی طرف آرہے ہیں۔

نبی علیہ السلام کے سر کے بال قدرے گھنگھریالے تھے۔ نہ آپ کا بدن بہت بھاری تھا، اور نہ چہرہ بالکل گول، آپ کے چہرہ مبارک میں معمولی سی گولائی تھی، رنگ سفید، سرخی مائل تھا، آنکھیں خوب سیاہ تھیں اور پلکیں دراز، بدن کے جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں، دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ موٹی اور پر گوشت تھی۔ جسم مبارک پر معمول سے زیادہ بال نہ تھے۔ سینہ مبارک سے لیکر ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی، آپ کی ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے، جب چلتے تو پاؤں قوت سے اٹھاتے گویا کسی اونچی جگہ سے اتر رہے ہوں، جب کسی سے مخاطب ہوتے تو پوری طرح توجہ فرماتے، آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ انبیاء کا سلسلہ ختم کرنے والے تھے۔ سب سے زیادہ دریادل، سب سے زیادہ راست گو، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے، اور سب سے زیادہ خاندانی شرافت والے تھے، آپ کو جو

بھی اچانک دیکھتا، مرعوب ہو جاتا، جو شخص پہچان کر میل جول رکھتا وہ آپؐ کا گرویدہ ہو جاتا، آپ کا سراپا بیان کرنے والا یقیناً یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور اکرمؐ جیسا جمال وکمال کا مرقع نہ حضور سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ بعد میں۔

نبی علیہ السلام کے رخسارِ مبارک بھرے ہوئے تھے، دہنِ مبارک اعتدال کے ساتھ کشادہ تھا، پیٹ اور سینہ ہموار تھا، دونوں بازوؤں اور شانہ مبارک اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے، کلائیاں دراز اور ہتھیلیاں فراخ تھیں، ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز، اور پُر گوشت تھے۔ آنکھوں کی سفیدی میں سُرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے، ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔

آپؐ کی آنکھیں بڑی تھیں، پلکیں دراز تھیں، آنکھوں کی سفیدی میں سُرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے۔

آپؐ کے ابرو باریک، خم دار، اور جدا جدا تھے (ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے) ایسا محسوس ہوتا تھا، گویا ان میں سُرخ رنگ کا ڈورا ہے، پلکیں دراز تھیں، سرِ مبارک بڑا تھا، دونوں ہاتھ اور پاؤں بھی بڑے تھے۔

آپؐ کے رخسارِ مبارک بھرے ہوئے تھے، چہرہ نہ لانبا تھا، اور نہ بالکل گول، بلکہ نہایت موزوں اور مناسب تھا۔

نبی علیہ السلام، لوگوں میں سب سے زیادہ وجیہہ اور خوبصورت تھے، آپ میانہ قد لوگوں میں تھے۔ قدِ مبارک نہ بہت دراز تھا نہ چھوٹا، دونوں مونڈھوں کے درمیان جگہ، کشادہ اور پُر گوشت تھی، رخسار مبارک بھرے ہوئے تھے۔ سرِ مبارک کے بال انتہائی سیاہ تھے، آنکھیں سُرمگیں اور پلکیں باریک تھیں، جب چلتے تو قوت سے قدم اٹھا کر چلتے، ڈھیلے قدم نہیں رکھتے تھے، جب شانۂ مبارک سے چادر ہٹاتے تو یوں معلوم ہوتا

کہ چاندی کی ڈلیاں ہیں، جب مسکراتے تو دندانِ مبارک، موتیوں کی لڑی نظر آتے۔

آپ کے بازو لانبے تھے، دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا، پلکیں خوبصورت اور باریک تھیں۔

نبی علیہ السلام کی دونوں کلائیاں دراز تھیں، جسم مبارک کا نچلا حصہ موزوں تھا، ہتھیلیاں فراخ تھیں، تلوے قدرے گہرے تھے، انگلیاں چاندی کی طرح سفید اور خوبصورت تھیں۔

آپ کا جسم مبارک نہ دُبلا تھا، نہ بھاری بھرکم، نہایت موزوں اور متوازن تھا، البتہ آخر عمر میں جسم مبارک کچھ بھاری ہوگیا تھا، لیکن اس کے باوجود بدن، ڈھلکا نہیں تھا، اور طبعی طور پر وہی کیفیت تھی جو جسم کی جوانی یا نوجوانی میں ہوتی ہے۔

آپ سب لوگوں سے زیادہ خوبرو، اور خوش خُلق تھے، قدِ مبارک نہ بہت دراز، نہ چھوٹا، میانہ قد تھا، جب آپ تنہا چلتے کوئی دوسرا آپ کے ہمراہ نہ ہوتا تو قدرے دراز قامت معلوم ہوتے، اگر دو دراز قامت لوگوں کے ساتھ چلتے تو قدِ مبارک نسبتاً کم رہتا، پستہ قد لوگوں کے ساتھ چلتے تو دراز قامت نظر آتے، بہرکیف آپ کا قدِ مبارک میانہ اور موزوں تھا، آپ خود فرمایا کرتے: اعتدال اور درمیانہ پن ہی میں خیر مقدر کی گئی ہے۔"

"خصائص" میں ہے، نبی علیہ السلام جب مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کے شانہ ہائے مبارک سب سے بلند ہوتے، آپ کی شخصیت بڑی بھرپور اور جاذبِ نظر تھی، روئے مبارک، چودھویں کے چاند کی طرح منور اور تاباں تھا، پستہ قد سے دراز تھے، سرِ مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال کسی قدر گھنگھریالے تھے، سر کے بالوں میں اگر اتفاقاً مانگ نکل آتی تو مانگ نکال لیتے۔ ورنہ از خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے، جس زمانے میں حضور کے بال زیادہ ہوتے تو کان کی لوؤں سے متجاوز ہو جاتے تھے، رنگ چمک دار اور پیشانی کشادہ تھی، ابرو خم دار، باریک اور گنجان تھے، دونوں ابرو جدا جدا تھے، ایک دوسرے

سے ملے ہوئے نہیں تھے، دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی، ناک بلندی مائل تھی، اس پر خاص چمک اور نور تھا، اچانک کوئی آپؐ کو دیکھتا تو اونچی ناک والا سمجھتا، لیکن غور سے دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ چمک اور حسن کی وجہ سے اُبھری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ درحقیقت زیادہ بلند نہیں، ریش مبارک بھرپور اور گھنی تھی، آنکھوں کی پتلیاں سیاہ تھیں، رخسار مبارک ہموار اور ابھرے ہوئے تھے۔ دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا، دندانِ مبارک باریک اور چمک دار تھے۔ سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل تھا، سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری تھی، گردن اتنی خوبصورت اور باریک تھی جیسے مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے، رنگ میں چاندی کی طرح صاف اور خوبصورت تھی، تمام اعضاء معتدل اور بھرے ہوئے تھے، بدن گٹھا ہوا تھا۔ سینۂ مبارک ہموار فراخ اور چوڑا تھا، دونوں مونڈھوں کے درمیان فاصلہ قدرے زیادہ تھا، جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط اور بڑی تھیں، بدن کا جو حصّہ کپڑوں سے باہر رہتا، وہ روشن اور چمک دار تھا، ناف اور سینہ کے درمیان بالوں کی باریک دھاری تھی۔ اس لکیر کے علاوہ سینہ اور پیٹ بالوں سے خالی تھا، البتہ دونوں بازوؤں، شانوں، اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے، کلائیاں دراز، اور ہتھیلیاں فراخ تھیں، نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز اور ابھرے ہوئے تھے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں مناسبت کے ساتھ لانبی تھیں، تلوے قدرے گہرے تھے، قدم ہموار تھے، ان کی صفائی اور ہمواری کی وجہ سے ان پر پانی ٹھہرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا تھا، جب چلتے تو پوری قوت سے قدم اٹھاتے، آگے کو جھک کر چلتے، زمین پر قدم آہستہ سے رکھتے زور سے نہیں رکھتے تھے۔ جب آپؐ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا بلندی سے پستی کی طرف آرہے ہیں۔ جب کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے جسم کے ساتھ توجہ فرماتے (یعنی یہ نہ ہوتا کہ مخاطب کسی سے ہیں اور روئے انور کسی اور کی طرف ہے۔ بلکہ

پوری طرح متوجہ ہو کر گفت گو فرماتے ۔ نظریں نیچی رکھتے ، اور آپ کی نظر بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی ، عادت مبارکہ گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی ، یعنی غایت شرم و حیاء کے باعث پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے ۔ جب چلتے تو صحابہ کرام کو اپنے آگے کر لیتے اور خود پیچھے رہ جاتے ، جس سے ملتے یا راستہ میں جو شخص بھی ملتا سلام کرنے میں خود ابتدا فرماتے ۔

نبی علیہ السلام کے اگلے دانتوں میں ذرا ذرا فاصلہ تھا ۔ جب محوِ تکلم ہوتے تو دندانِ مبارک کے درمیان سے نور کی کرنیں پھوٹتی ہوئی محسوس ہوتیں ، آپ کے قدم مبارک سب لوگوں سے زیادہ موزوں اور خوبصورت تھے ۔

میمونہؓ بنت کردم کہتی ہیں : "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ، میں یہ بات بھول نہیں سکتی کہ آپ کے پاؤں میں انگوٹھے کے برابر والی انگلی ، دوسری تمام انگلیوں سے بڑی تھی " ۔

حضور علیہ السلام کی پنڈلی باریک ، ستواں ، اور نہایت خوبصورت تھی ۔

نبی علیہ السلام جب چلتے تو یوں لگتا کہ آگے کی طرف جھک کر چل رہے ہیں ، اور کسی بلندی سے نیچائی کی طرف آ رہے ہیں ، قدم جما کر چلتے ، اور آپ کی چال میں تواضع اور انکسار ہوتا ، کبھی اکڑ کر نہ چلتے ۔

نبی علیہ السلام جب چلتے تو قدم جما کر چلتے ۔ چلتے وقت ڈھیلے ڈھالے قدم نہیں رکھتے تھے ۔ چلتے وقت اپنے ساتھیوں کو اپنے آگے رکھتے ۔ پشت فرشتوں کے لئے چھوڑ دیتے تھے ، چلتے وقت نہ دائیں بائیں دیکھتے تھے ، اور نہ اوپر کی جانب دیکھتے تھے ۔

بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ سفر میں سستانے کی خاطر بیٹھ جاتے ، تو اپنی چادر درخت میں لٹکا دیتے ، جب تک چادر نہ اوڑھ لیتے اِدھر اُدھر نہ دیکھتے ، چلتے تو جھک کر چلتے ۔ جب آپ چلتے تو آپ کی چال میں کوئی تھکاوٹ یا سستی محسوس نہ ہوتی ۔ آپ کے ہمراہ دو آدمی ہوتے

تو آپ ان کو اپنے پیچھے نہ چلنے دیتے، اگر تین ہوتے تو پھر ان کے درمیان ہو کر چلتے، اور اگر بہت سے افراد ہوتے تو آپ ان لوگوں کو اپنے سے آگے کر دیتے، زیادہ ساتھی ہمراہ ہونے کی صورت میں خود آگے نہیں چلتے تھے، درمیان میں رہتے یا پیچھے رہتے۔

جب آپ جوتا پہنتے تو دائیں پاؤں میں پہلے پہنتے، اور جب اتارتے تو بائیں پاؤں کا جوتا پہلے اتارتے۔ جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو دایاں پاؤں پہلے اندر رکھتے، آپ ہر چیز کے لینے اور دینے میں، دائیں سے ابتداء کو پسند فرماتے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوب صورت اور حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ ایسا محسوس ہوتا گویا آپ کے روئے انور سے سورج کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں، اور نہ میں نے آپ سے زیادہ کسی کو تیز رفتار دیکھا جب آپ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا زمین لپیٹ رہی ہے، یعنی بہت تیزی کے ساتھ راستہ طے ہو رہا ہے، جب ہم لوگ آپ کے ساتھ چلتے تو اچھا خاصا جھپٹنا پڑتا، اور آپ بڑے وقار اور سنجیدگی سے چلتے نظر آتے۔"

نبی علیہ السلام نور تھے، چاند، یا سورج کی روشنی میں جب چلتے تو آپ کا سایہ نہیں پڑتا تھا، آپ کا چہرہ چاند سورج کی طرح تاباں، تھا۔ اور آپ کا روئے مبارک گولائی کی طرف مائل تھا۔

براء بن عازبؓ کہتے ہیں "میں نے کسی پٹھے والے کو سُرخ جوڑے میں حضور اقدس سے زیادہ حسین نہیں دیکھا"

ابوہریرہؓ کہتے ہیں "میں نے نبی علیہ السلام سے زیادہ خوب صورت کوئی چیز نہیں دیکھی، ایسا محسوس ہوتا گویا چاند سورج آپؐ کے چہرہ میں ضوفشاں ہے، جب مسکراتے تو ایسا لگتا جیسے خوب صورت نبات اور پودوں پر سفید موتی چمک رہے ہیں۔"

ام معبد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں "نبی علیہ السلام کو دور سے دیکھتے تو بیحد وجیہ اور خوبصورت نظر آتے، اور جب قریب سے دیکھتے تو انتہائی پرکشش اور جاذب نظر معلوم ہوتے"۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے ایک رات روپہلی چاندنی میں حضور علیہ السلام کو دیکھا آپ سُرخ چادر اوڑھے ہوئے تھے، میں ٹکٹکی باندھ کر آپ کی طرف دیکھنے لگا، خدا کی قسم آپ چاند سے بھی زیادہ خوبصورت اور حسین نظر آرہے تھے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا۔ کیا نبی علیہ السلام کا چہرہ چمک دمک میں تلوار کی طرح تھا؟۔ براء نے کہا: نہیں، آپ کا چہرہ تو چاند کی طرح حسین تھا، آپ کا رنگ کھلا ہوا تھا، نہ گندم گوں تھا، اور نہ سیاہی کی طرف مائل، بلکہ انتہائی ملیح اور پرکشش تھا آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی تعریف میں یہ شعر پڑھا۔

وابیض یستسقیٰ الغمام بوجهه

شمال الیتامیٰ عصمة للأرامل

آپ کا چہرہ ایسا روشن اور تاباں ہے کہ تشنہ لب اس سے سیرابی حاصل کرتے ہیں جو یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کی پناہگاہ ہے۔

آپ کا رنگ کھلا ہوا تھا، پسینہ آتا تو موتیوں کی طرح معلوم ہوتا، چلتے تو ذرا جھک کر چلتے، آپ کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت، حسین اور تاباں تھا، آپ کے روئے انور کو سب سے زیادہ تشبیہ، چودھویں کے چاند کے ساتھ دی جا سکتی تھی۔ صحابہ بھی وہی کچھ کہا کرتے جو آپ کے ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے، صدیق اکبر، آپ کی شان میں یہ شعر پڑھتے:

امین مصطفی للخیر یدعو

کضوء البدر زایله الغمام

آپ امین ہیں، مصطفےٰ ہیں، لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتے ہیں،
اور چاند کی ضیاء ہیں جس سے تاریکی چھٹ جاتی ہے۔

نبی علیہ السلام کا رنگ سفید تھا، گویا آپ کا جسم مبارک چاندی سے ڈھالا گیا ہے۔ سر کے بال گھنگھریالے تھے، میانہ قد تھا، آپ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا، آنکھیں سرمگیں تھیں، پلکیں گھنی اور لمبی تھیں، آپ کی شخصیت بڑی بھرپور اور پرکشش تھی۔

نبی علیہ السلام کی گردن سب لوگوں کی گردن سے زیادہ حسین اور خوبصورت تھی، نہ زیادہ لانبی تھی کہ ناگوار محسوس ہو اور نہ زیادہ چھوٹی، موزوں اور میانہ تھی، جب آپ کی گردن مبارک پر سورج کی شعاعیں پڑتیں تو ایسا معلوم ہوتا گویا چاندی کی صراحی ہے جس پر سونے کا پانی کیا گیا ہے۔ آپ کے ہونٹ باریک، اور انتہائی خوب صورت تھے، سینہ فراخ تھا، کسی حصہ کا گوشت نہ لٹکا ہوا تھا، اور نہ اوپر نیچے، شیشہ کی طرح ہموار اور برابر، اور چاند کی طرح روشن اور خوبصورت، پیٹ پر سلوٹ تھی، جو چادر سے ڈھکی رہتی تھی۔

محرث الکعبیؓ کہتے ہیں۔ "نبی علیہ السلام نے مقام جعرانہ سے رات کے وقت عمرہ کا احرام باندھا، میں نے آپ کی پیٹھ کی طرف دیکھا، چاندی کی ڈلی کی طرح چمک رہی تھی"

مواہب میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی، اے عیسیٰ! سُن، اور اطاعت کر، میں نے تجھے بغیر مرد کے پیدا کیا، اور تمام جہانوں کے لئے ایک معجزہ اور نشانی بنایا، تجھ پر لازم ہے کہ میری عبادت کرے، مجھی پر بھروسہ کر، میں اللہ ہوں، حی، قیوم ہمیشہ رہنے والا، لوگوں نے نبیِ اُمّی کی تصدیق کی، ایسے نبی جو اونٹوں والے، جُبّہ والے، عمامہ والے جوتوں والے، عصا والے ہیں، جن کا سر مبارک بڑا ہے، کشادہ جبیں ہیں، پلکیں گھنی اور ملی ہوئی ہیں، ابرو باریک اور خم دار ہیں، آنکھیں بڑی، اور سرمگیں ہیں، ناک ابھری ہوئی ہے، رخسار بھرے ہوئے ہیں، ریش مبارک گھنی ہے، روئے انور پر پسینہ، موتیوں کی طرح چمکتا ہے،

اور مشک کی طرح اس کی خوشبو مہکتی ہے، گردن صراحی دار اور چاندی کی طرح خوبصورت ہے۔

ابن اثیر کہتے ہیں "آپ کے ابرو لانبے تھے مگر ملے ہوئے نہیں تھے، جب حضورؐ آئینہ میں روئے مبارک دیکھتے تو فرماتے: اُس اللہ جل شانہ کا صد ہزار شکر جس نے تمام اعضاء مناسب پیدا کئے اور بنائے، میری صورت کو خوب صورت اور وجیہ بنایا، اور مجھے مسلمانوں کے زمرہ میں شامل کیا۔"

جب نبی علیہ السلام اپنا روئے انور آئینہ میں دیکھتے تو فرماتے: "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے میرے اعضاء کو مناسبت بخشی، اور نفیس اخلاق وعادات سے نوازا۔ اور ان محاسن سے سنوارا جس سے دوسروں کو نہیں سنوارا۔"

نبی علیہ السلام فرمایا کرتے: "میں لوگوں میں، آدم علیہ السلام سے سب سے زیادہ مشابہ ہوں، اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام شکل وشباہت اور اخلاق وعادات کے اعتبار سے مجھ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔"

جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب انبیاء کو مجھ سے ملایا گیا، موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ یمن کے قبیلہ شنوءہ کے ایک فرد کی طرح تھے، میانہ قد اور درمیانہ جسم کے آدمی تھے، عیسیٰ ابن مریم کو دیکھا، وہ عروۃؓ بن مسعود کی صورت سے بہت زیادہ ملتے جلتے تھے، ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، وہ تمہارے ساتھی (یعنی خود نبی علیہ السلام) سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے، اور جبریل علیہ السلام کو دیکھا، وہ دحیہ کلبی کے ہمشکل تھے۔"

نبی علیہ السلام کی پشت کشادہ تھی، دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ مہر نبوت دائیں مونڈھے کے زیادہ قریب تھی۔ وہ ایسا محسوس ہوتی تھی گویا زردی مائل سیاہ نشان ہے، اس کے چاروں طرف بال تھے، اور وہ جگہ ابھری ہوئی تھی۔ اور مہر نبوت سُرخ اور ابھرے ہوئے گوشت کی طرح تھی۔ اور مقدار میں کبوتر کے انڈے جیسی تھی۔"

بریدہؓ کہتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، تو سلمان فارسیؓ تازہ کھجوروں کا ایک خوان آپ کی خدمت میں لے کر آئے، آپؐ نے دریافت فرمایا۔ سلمان! یہ کیا ہے؟ بولے "آپ کے، اور آپ کے ساتھیوں کے لئے صدقہ ہے"۔ حضور نے فرمایا۔ "اسے یہاں سے اٹھالو، ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے" سلمان کھجوروں کا خوان اٹھا کر لے گئے، اگلے روز پھر اسی طرح کھجوروں کا ایک خوان لے کر آئے اور حضور کے سامنے رکھ دیا، آپؐ نے پوچھا سلمان! یہ کیا ہے؟ کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! آپ کے لیے ہدیہ ہے۔ حضورؐ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ ہاتھ بڑھاؤ' اس کے بعد سلمان فارسی نے، نبی علیہ السلام کی پشت پر مہر نبوت دیکھی، تو آپ اسلام لے آئے۔ سلمان اس وقت یہود بن قریظہ کے غلام تھے، آپؐ نے انھیں خریدا، اور اس شرط پر آزاد کیا کہ حضور کے لئے کھجور کے درخت لگائیں، اور ان کے پھل لانے تک ان کی خبر گیری کریں۔ حضورؐ نے اپنے دستِ مبارک سے وہ درخت لگائے۔ صرف ایک درخت حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے لگایا، تمام درخت پھل لائے، مگر ایک درخت پر پھل نہ آیا: نبی علیہ السلام فرمانے لگے: "اس درخت کو کیا ہوگیا، اس پر پھل کیوں نہیں آیا عمر بولے: یا رسول اللہ! یہ درخت میں نے لگایا تھا' آپؐ نے اس پودے کو اکھاڑا، اور دوبارہ اپنے دستِ مبارک سے لگایا' آپ کا معجزہ ہوا کہ درخت کو اکھاڑ کر دوبارہ لگایا' وہ سوکھا نہیں۔ بلکہ بے موسم اسی سال پھل لایا۔

سُرمہ لگانا

نبی علیہ السلام جیسے دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔ ایسے ہی رات کی تاریکی میں بھی دیکھتے تھے، اور جیسے سامنے، یا دائیں بائیں دیکھتے تھے، ایسے ہی پُشت کی جانب صفوں کو، اور صفوں کے پیچھے دیکھتے تھے[1]۔ آپؐ ثریا میں گیارہ ستارے دیکھتے تھے، آپؐ

---

[1] یہ نبی علیہ السلام کا معجزہ تھا، اول یہ کہ جتنے پودے آپ نے لگائے تھے، ایک پودا (باقی ص۳۴ پر)

کسی تاریک گھر میں اس وقت تک نہیں بیٹھتے تھے۔ جب تک اس میں چراغ وغیرہ نہ جلا دیا گیا ہو، آپ ہریالی اور بہتے ہوئے پانی کو بہت پسند فرماتے تھے، سُرخ کبوتر بھی آپ کو بہت بھلا لگتا تھا،

جب آپ آنکھوں میں سُرمہ لگاتے تو یوں ڈالتے کہ گویا ہر آنکھ میں دو دو سلائیاں ڈالتے اور ایک سلائی دونوں آنکھوں میں لگاتے، گویا کل پانچ سلائیاں دونوں آنکھوں میں لگاتے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ عدد، وتر ہو، جب بھی سرمہ لگاتے، وتر سلائیاں لگاتے، جب بھی رمی جمار کرتے، وتر مرتبہ کرتے۔

سفر اور حضر میں پانچ چیزیں ہمیشہ حضور کے ساتھ رہتیں۔ ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ، سرمہ دانی، مسواک، کنگھی اور مدری "(۲)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں "نبی علیہ السلام فرمایا کرتے۔ اثمد سرمہ لگایا کرو، یہ آنکھوں کو روشنی بخشتا ہے، اور پلکیں زیادہ اگاتا ہے۔

سرِ مبارک کے بال اور خضاب

نبی علیہ السلام کے سرِ مبارک کے بال گھنے اور خوبصورت تھے، نہ بالکل سیدھے ہوئے تھے، اور نہ زیادہ گھنگھریالے (ہلکا سا گھنگھریالہ پن تھا)، جب آپ بالوں میں کنگھی

(باقی صفحہ ۳۳ سے آگے) جو حضرت عمرؓ نے لگایا تھا وہ پھل نہ لایا، دوسرے یہ کہ اس پودے کو اکھاڑ کر دوبارہ لگایا تو اسی سال بھی پھل آگیا، اور بے موسم آیا،

(۲) کنگھے ہی کی طرح ہوتی ہے لکڑی یا لوہے سے بنائی جاتی تھی، اور بال سلجھانے کے کام آتی تھی۔

فرماتے تو بالوں کے درمیان ایسا ہو جاتا، جیسے ریت کی لکیریں ہیں، کبھی کبھی آپ بالوں کو چار مینڈھیوں کی صورت میں کر لیتے، اور ہر کان پر بالوں کی دو لٹیں ڈال لیتے، اور بسا اوقات بالوں کو کانوں پر، بغیر مینڈھیاں بنائے ڈال لیتے، اس وقت بالوں کا نچلا حصہ چمکتا ہوا معلوم ہوتا۔

نبی علیہ السلام کے بال ان پٹھوں سے کچھ زیادہ تھے، جو کانوں کی لَو تک ہوتے ہیں، اور ان سے کچھ کم تھے جو مونڈھوں تک ہوتے ہیں (یعنی نہ زیادہ لمبے تھے، اور نہ چھوٹے) بین بین تھے

نبی علیہ السلام کا جسمِ مبارک بیحد حسین تھا، دونوں مونڈھوں کے درمیان نسبتاً زیادہ فاصلہ تھا، سَر کے بال کانوں کی لَو تک آئے رہتے تھے، اور بسا اوقات نصف کانوں تک ہوتے تھے، آپ بغیر مانگ نکالے، ویسے بالوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین سر میں مانگ نکالا کرتے تھے، اور اہل کتاب مانگ نہیں نکالتے تھے، ابتداءً جن امور میں کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا، ان میں اہل کتاب کی موافقت کرتے تھے لیکن بعد میں یہ طریقہ منسوخ ہو گیا، اور حضور علیہ السلام، سرِ مبارک میں مانگ نکالنے لگے۔

نبی علیہ السلام کی ریش مبارک بہت خوبصورت اور گھنی تھی، آپ داڑھی بڑھاتے اور مونچھیں کٹواتے تھے۔

ریش مبارک بھی جب زیادہ بڑی ہو جاتی تو طول اور عرض میں سے کم کرا دیتے تھے۔ آپ ریش مبارک میں ہمیشہ کنگھی فرماتے، مسواک، کا استعمال ہمیشہ فرماتے۔ ریش مبارک میں کنگھا فرماتے وقت آئینہ دیکھتے، جب ستاتے محسوس ہوتی تو ریش مبارک کو چھوتے، اور جب دورانِ گفتگو وقفہ فرماتے تو ریش مبارک کو ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی طرف دیکھتے، وضو کرتے وقت داڑھی میں انگلیوں سے پانی داخل کرتے، اکثر تیل لگاتے، اور کنگھا کرتے، داڑھی میں

تیل لگاتے وقت، یا بعد میں کپڑا باندھ لیتے، تاکہ کپڑوں پر تیل کا اثر نہ ہو، آپ جب تیل ڈالنے کا ارادہ فرماتے تو بائیں ہتھیلی پر تیل نکال لیتے، پہلے بھوؤں پہ لگاتے، پھر آنکھوں پر، اس کے بعد سر میں لگاتے۔

جب آپ ہاتھ پاؤں دھونے، وضو کرنے، یا نہانے کا ارادہ فرماتے تو پہلے دائیں عضو سے ابتدا فرماتے، حتیٰ کہ جوتا پہنتے وقت بھی دائیں پاؤں میں پہلے جوتا پہنتے، ہر عمل میں آپ کا یہی طریقہ تھا، بائیں ہاتھ سے استنجا فرماتے، اور نجاست دور کرنے کے لئے استعمال کرتے، جب لیٹتے یا سوتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے، اور قبلہ رُو ہو جاتے، جب وضو فرماتے، کھاتے، پیتے، کپڑے پہنتے، یا کسی کو کوئی چیز عطا کرتے تو دایاں ہاتھ استعمال کرتے، ان کے علاوہ دوسرے کام، دائیں ہاتھ سے سر انجام دیتے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں حضورؐ کے سرِ مبارک میں کنگھی کرتی، آپ کچھ کچھ وقفہ کے بعد بالوں میں کنگھی کیا کرتے، آپؐ کے سر اور ریش مبارک میں بڑھاپے کے آثار بہت کم تھے، سر اور داڑھی مبارک میں کم و بیش سترہ بال سفید تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے ایک بار عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ پر تو بڑھاپے کے آثار نمایاں ہو گئے۔ فرمایا: "سورۃ ہود، واقعہ، عم یتساءلون، اور اذا الشمس کورت نے مجھے بوڑھا کر دیا، کیونکہ ان صورتوں میں قیامت کے ہولناک اور دل ہلا دینے والے واقعات کا ذکر ہے، حضورؐ اپنی امت کے بارہ میں ڈرتے، اور اس کے حق میں دعائے خیر فرماتے۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں "میں نے نبی علیہ السلام کو، انس بن مالکؓ کے پاس دیکھا، آپؐ کے بالوں میں خضاب لگا ہوا تھا، بخاری اور مسلم میں مختلف طریقوں سے مذکور ہے کہ نبی علیہ السلام نے کبھی خضاب نہیں لگایا، اور آپؐ کا بڑھاپا، اس حد تک

نہیں پہنچا تھا کہ خضاب لگانے کی نوبت آتی،

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کو زعفران اور ورس کے ساتھ رنگا کرتے تھے۔

قتادہؒ کہتے ہیں کہ مَیں نے انس بن مالک سے پوچھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خضاب لگایا کرتے تھے؟ انس بولے۔ مَیں نے تو اب تک (نہ دیکھا اور) نہ ایسی کوئی بات میرے کانوں نے سنی، لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہندی اور کتم کا خضاب لگایا کرتے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں :۔ بات یہی ہے کہ حضور نے خضاب لگایا ہے، مگر بہت کم، ورنہ عادت مبارکہ، خضاب نہ لگانے ہی کی تھی، جس نے جو حالت اور کیفیت دیکھی وہ بیان کر دی، نبی علیہ السلام، اپنے ساتھیوں کو بال ٹھیک کرنے کا حکم دیا کرتے تاکہ عجمیوں کی مخالفت ہو جائے، آپ مہینے میں ایک بار بغلوں کے، اور زیر ناف بال صاف کرتے، اور ہر پندرھویں دن ناخن ترشواتے، جب قضائے حاجت فرماتے تو شرمگاہ کو کسی چیز سے صاف کرتے، اور عام طور پر ناخن اور مونچھیں جمعہ کے روز، نماز جمعہ کو جانے سے پہلے کٹواتے، لوگوں کو سات چیزیں دفن کرنے کا حکم دیتے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "مَیں نے حضور کو دیکھا، حجام آپ کے بال بنا رہا تھا، آپؐ کے ساتھی آپ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ہر ایک کی کوشش یہ تھی کہ آپؐ کا کوئی بال زمین پر نہ گر پڑے بلکہ وہ اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔"

پسینہ، اور اس کی خوشبو

مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی علیہ السلام کو کثرت سے پسینہ آتا

تھا، چہرہ پر پسینہ آتا تو موتیوں کی طرح محسوس ہوتا، اور اس کی خوشبو مشک اور اذفر سے بھی زیادہ ہوتی، جب آپؐ پر وحی نازل ہوتی تو آپ اس کا ثقل محسوس کرتے، اور پیشانی عرق آلود ہو جاتی، اور ایسا محسوس ہوتا گویا موتیوں کی لڑی ہے، شدید سردی میں بھی آپ کی یہی کیفیت ہوتی، آپؐ ام سلیم کے یہاں تشریف لے جاتے، ان کے یہاں قیلولہ کرتے، وہ آپ کے لئے چمڑہ کا فرش بچھا دیتیں، آپؐ اس پر آرام فرماتے، آپ کو پسینہ زیادہ آتا تھا، ام سلیم کیا کرتیں کہ چمڑے کے فرش پر سے آپ کا پسینہ کسی برتن میں نچوڑ لیتیں، اور پھر اسے خوشبو کے طور پر استعمال کر لیتیں۔

ایک بار حضور نے ان سے پوچھا۔ اے ام سلیم تم یہ کیا کرتی ہو؟ کہنے لگیں: یا رسول اللہؐ! مَیں آپ کا پسینہ جمع کرتی ہوں، اور پھر اسے خوشبو کے طور پر استعمال کرتی ہوں، اور یہ سب سے نفیس خوشبو ہے ایک روایت میں ہے ام سلیم نے کہا "یا رسول اللہ! ہم آپ کا پسینہ برکت کے لئے اپنے بچوں کے لگاتے ہیں"۔ آپ نے فرمایا: تو اچھا کرتی ہے"۔

آپ کی ہتھیلی، حریر یعنی ریشمی کپڑے سے بھی زیادہ نرم تھی، اور اس کی خوشبو ایسی تھی جیسے عطر فروش کی ہتھیلی، ہر وقت خوشبو سے مہکتی رہتی ہے۔ جب آپؐ سے کوئی شخص ہاتھ ملاتا تو اس کا ہاتھ تمام دن خوشبو سے مہکتا رہتا، حضور کے دستِ مبارک کی خوشبو کا اس پر اتنا اثر ہوتا، کسی بچہ کے سر پہ ہاتھ رکھ دیتے تو اس کے سر میں سے اتنی خوشبو آتی کہ وہ بہت سے بچوں میں بھی خوشبو کی وجہ سے پہچانا جاتا، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ: میں نے کوئی ریشم و کمخواب آپؐ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم و ملائم نہ دیکھا نہ چھوا۔

جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے ایک بار اپنا دستِ مبارک میرے چہرہ پر پھیرا، مَیں نے اُسے ٹھنڈا، اور ایسی معطر ہوا کی طرح پایا جو کسی عطر فروش کی شیشی یا صندوقچی سے نکلتی ہے، آپؐ جب کہیں تشریف لے جاتے تو جسم مبارک کی خوشبو راستہ میں پھیل جاتی اور

ہم سمجھ لیتے کہ حضور اس راہ سے گزرے ہیں۔

کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی
ابھی اِس راہ سے کوئی گیا ہے

ہم حضورؐ کی خوشبو پر، حضور تک، پہنچ جاتے۔"

اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے جسمِ مبارک سے خوشبو آتی تھی وہ دوسری تمام خوشبوؤں سے مختلف ہوتی تھی۔

اُمِ عاصم کہتی ہیں: ہم عتبہ کی زوجیت میں چار عورتیں تھیں، ہم میں سے ہر ایک اس کوشش میں رہتی کہ وہ خوشبو میں اپنے شوہر عتبہؓ سے بڑھ جائے۔ اور عتبہ کا یہ حال تھا کہ وہ صرف اپنی داڑھی کو ایک عام تیل لگاتے تھے، اس کے سوا کوئی خوشبو استعمال نہیں کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود ہم سب سے زیادہ معطر اور پاکیزہ رہتے تھے۔ جب گھر سے نکلتے تو لوگ کہتے۔ کہ ہم نے اس خوشبو سے زیادہ نفیس خوشبو نہیں سونگھی جو عتبہ لگاتے ہیں۔ اُمِ عاصم کہتی ہیں کہ مَیں نے ایک روز عتبہ سے کہا۔ ہم بہتر سے بہتر خوشبو لگانے کی کوشش کرتی ہیں مگر آپؓ کی خوشبو سے نہیں بڑھ پاتیں، آخر اس کی کیا وجہ ہے۔؟، کہنے لگے: مجھے نبی علیہ السلامؐ کے عہدِ مبارک میں ایک بیماری لگ گئی تھی، مَیں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، بیماری کی شکایت کی۔ آپؐ نے مجھے کپڑے (یعنی قمیض وغیرہ) اتارنے کا حکم دیا، مَیں نے کپڑے اتار دیئے اور آپ کے آگے بیٹھ گیا، آپؐ نے میرے کپڑے، میری شرمگاہ کے دبئے، اپنے دستِ مبارک پر پھونک ماری، پھر اپنا ہاتھ میری پیٹھ، اور پیٹ پر پھیرا، اس روز سے میرے پورے جسم میں یہ خوشبو مہکی ہوئی ہے۔

خوشبو لگانا

انس رضؓ بن مالک کہتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خوشبو کی ایک ڈبیہ تھی، آپ اس سے خوشبو لگایا کرتے تھے۔ آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ مشک لیتے اور اسے سر کے بالوں اور داڑھی کے بالوں میں لگاتے، خضاب بھی آپؐ نے مشک ہی سے کیا"۔

انس رضؓ بن مالک کو کوئی شخص خوشبو پیش کرتا تو قبول کرتے، اور کہتے کہ: "نبی علیہ السلام بھی خوشبو واپس نہیں فرمایا کرتے تھے"۔

ابی عثمان نہدیؒ کہتے ہیں "جو کوئی شخص نبی علیہ السلام کو ریحان پیش کرتا تو آپ قبول فرما لیتے کیونکہ یہ خوشبو جنت سے نکلی ہے"۔

حضرت انس رضؓ سے ہے کہ "نبی علیہ السلام، خوشبوؤں میں سب سے زیادہ مہندی کی خوشبو کو پسند فرماتے تھے"۔

نبی علیہ السلام، نفیس خوشبو کو بہت پسند فرماتے تھے، خود بھی ہمیشہ اچھی خوشبو استعمال فرماتے، اور دوسرے لوگوں کو بھی تلقین کرتے، اور فرماتے: دنیا کی پسندیدہ چیزوں میں خوشبو اور عورت بھی ہے، اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"۔

آپؐ نفیس خوشبو پسند فرماتے، اور ناخوشگوار بو، اور بدبو سے نفرت کرتے۔

آوازِ مبارک

انس رضؓ بن مالک کہتے ہیں، خدا نے جتنے نبی بھیجے سب خوبصورت اور وجیہ تھے، اور ان کی آواز بھی دلکش تھی۔ ہمارے نبی علیہ السلام، شکل شباہت کے اعتبار سے بھی، اور آواز کے اعتبار سے بھی سب سے زیادہ خوبصورت اور دلکش تھے۔ آپؐ کی آواز اتنی دور تک

پہنچتی تھی کہ دوسرے لوگوں کی آواز وہاں تک نہیں پہنچتی تھی۔

براء بن عازب کہتے ہیں: "ایک روز آپؐ نے ہمیں خطبہ دیا، کچھ نصیحتیں فرمائیں، آپؐ کی آواز اتنی بلند تھی کہ گھروں میں، پردوں کے پیچھے خواتین نے بھی آپؐ کا خطبہ سنا"۔ عائشہ صدیقہ رضؓ کہتی ہیں: "ایک روز حضورؐ، جمعہ کے روز منبر پر بیٹھے، اور لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔! عبداللہ بن رواحہ، قبیلہ بنی تمیم میں اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہاں حضورؐ کی آواز مبارک سُنی"۔ (یہ ہمارے نبی علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ آپؐ وقار اور سنجیدگی سے گفت گو فرماتے مگر دور دور تک آپؐ کی آواز جاتی اور لوگ صاف سنتے)

عبدالرحمٰن بن معاذ تیمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منا میں خطبہ دیا، خدا نے حضورؐ کی برکت سے ہمیں ایسی قوتِ سامعہ دی کہ ہم میں سے ان لوگوں نے بھی حضورؐ کا خطبہ سنا جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے۔

ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب نبی علیہ السلام خطبہ دیتے تو آپؐ کا لہجہ تند ہو جاتا، آواز بلند ہو جاتی، گویا آپؐ کسی لشکر کو ڈرا رہے ہیں کہ تم پر اب حملہ ہوا چاہتا ہے، اور جب ہوا چاہتا ہے!

غُصّہ اور مسرّت

نبی علیہ السّلام جب کسی بات پر ناراض ہوتے تو ناراضگی اور ناخوشی کے آثار آپؐ کے چہرے سے نمایاں ہوتے، غصہ کے وقت آپؐ کی آنکھوں کے پپوٹے سُرخ ہو جاتے، اگر کبھی ایسا ہوتا کہ آپؐ کھڑے ہیں، اور کسی بات پر ناراض ہوئے، تو بیٹھ جاتے اگر بیٹھے ہیں اور ناگواری محسوس ہوئی تو لیٹ جاتے، اس کے بعد آپؐ کی ناراضگی اور غصہ ختم ہو جاتا۔ جب آپؐ کو غصہ آتا تو سوائے حضرت علیؓ کے اور کسی کو اتنی جرأت و ہمت نہ ہوتی کہ کہ آپؐ سے بات کرے، آپؐ کو غُصّہ تو بہت کم، اور بہت عرصہ کے بعد آتا تھا مگر راضی بہت

جلد ہو جاتے تھے۔

آپؐ کسی پر ناراض ہوتے، تو اپنی ذات، اور نفع نقصان کی وجہ سے ناراض نہیں ہوتے تھے، بلکہ خدا کی نافرمانی کی وجہ سے آپؐ کو غصہ آتا تھا۔ آپؐ پوری قوت سے حق کو نافذ کرتے، خواہ اس کی بدولت آپؐ کو، اور آپؐ کے ساتھیوں کو تکلیف ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے، آپؐ حق کی راہ میں بڑی سے بڑی تکلیف کی پرواہ نہیں کرتے تھے، جب کسی بات پر ناگواری محسوس ہوتی تو آپؐ کے چہرۂ انور سے اس کے آثار نمایاں ہو جاتے،

جب آپؐ کسی بات پر خوشی اور مسرت محسوس کرتے تو آپؐ کا چہرہ چاند کی طرح چمکنے لگتا، انتہائی خوشی کے وقت آپؐ کا چہرہ ایک ایسا آئینہ ہوتا جس میں دوسرا آدمی مسرت و ابتہاج کے آثار دیکھ لیتا۔

ہنسنا اور رونا

جب نبی علیہ السلام ہنستے تو آپؐ کے دندان مبارک یوں چمکتے جیسے بادلوں کی اوٹ سے بجلی کوندی ہو، آپؐ عام لوگوں کی طرح کھِل کھِلا کر نہیں ہنستے تھے، آپؐ کی ہنسی تبسم ہوتی تھی؛

عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم فرماتے کسی اور کو نہیں دیکھا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ حضور علیہ السلام نے سب کے ساتھ ہنسی مذاق کیا ہو، نبی علیہ السلام عام لوگوں کی طرح دوسروں کے ساتھ ہنسی مذاق اور ٹھٹھا نہیں فرماتے تھے، جس میں ذرا سی بھی ناشائستگی اور غیر سنجیدگی کا پہلو ہو سب روایات میں یہی آتا ہے کہ آپؐ صرف تبسم فرماتے۔ آواز کے ساتھ ہنستے بھی نہیں تھے۔

عبداللہ بن حارث ہی بیان کرتے ہیں : حضورؐ کا ہنسنا مسکرانا ہوتا تھا۔ آواز کے ساتھ نہیں ہنستے تھے، آپ جب گفت گو فرماتے تو مسکرا کر، اور بڑی خندہ روئی کے ساتھ فرماتے آپ کے تمام ساتھی بھی، آپ ہی کی طرح زور زور سے نہیں ہنستے تھے، صرف مسکراتے تھے، اور جب آپ کی مجلس میں بیٹھتے۔ تو اس سنجیدگی اور متانت سے بیٹھتے، گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ اور انھیں اندیشہ ہے کہ زور سے ہنسیں گے یا بات کریں گے تو اڑ جائیں گے گویا پوری مجلس میں پاس ادب سے سناٹا ہوتا تھا، اتفاقاً کسی کو کسی کی بات پر بے اختیار ہنسی بھی آجاتی تو وہ منہ پر ہاتھ یا رومال رکھ لیتا، کہیں پیشِ حضورؐ ہنسنے کی آواز نہ نکل جائے اور گستاخی جانی جائے، صحابہ کا یہ حال ادب اور احترام کی بنا پر تھا، ورنہ حضورؐ خود بڑے خندہ رُو اور خوش مذاق تھے۔

روایات میں آتا ہے : نبی علیہ السلام جب ہنستے تو آپ کے دندانِ مبارک نظر آتے، اکثر اوقات آپ کا ہنسنا، مسکراہٹ کی حد تک ہی ہوتا۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھے معلوم ہے کہ جنت میں سب سے پہلے کون شخص داخل ہوگا، اور یہ بھی معلوم ہے کہ دوزخ سے سب سے بعد میں کون نکالا جائے گا (۱)، قیامت کے روز ایک شخص لایا جائے گا، اس پر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے، اور بڑے بڑے گناہ چھپا لئے جائیں گے، اور اس سے کہا جائے گا " تو نے فلاں دن یہ کام کیا تھا، فلاں دن یہ کام کیا تھا، وہ تمام باتوں کا اقرار کرتا چلا جائے گا، مگر اپنے بڑے گناہوں سے خوف زدہ ہوگا، کہا جائے گا کہ اس کے ہر ایک برے عمل کے بدلے ایک نیکی دیدی جائے۔ وہ متعجب ہو کر کہے گا۔ میرے تو نامۂ اعمال میں بہت گناہ تھے، مگر یہاں مَیں ایک بھی نہیں دیکھ رہا ہوں، ابوذرؓ کہتے ہیں کہ جب حضور نے یہ بات سنائی

۱؎ اس سے مسلمان مراد ہے، مشرکین کے لئے دوزخ کے ابدی عذاب کی خبر ہے۔ (مترجم)

تو آپؐ ہنسے یہاں تک کہ آپؐ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا "میں جانتا ہوں، کہ سب سے آخر میں کون شخص دوزخ سے نکالا جائے گا۔ دوزخ سے ایک شخص کو گھٹنوں کے بل نکالا جائیگا اور کہا جائیگا، چل جا جنت میں داخل ہو جا، پھر اسے جنت میں داخل کرنے کے لئے لے جایا جائے گا، وہ جنت میں دیکھے گا کہ لوگوں کے مختلف طبقے ہیں اور جنت کے بھی مختلف درجات ہیں، وہ شخص لوٹے گا۔ اور کہے گا کہ۔ پروردگار! جنت میں تو لوگ بڑے بڑے محل لئے بیٹھے ہیں! سب جگہ پر ہو چکی ہے۔ اس سے کہا جائے گا۔ تجھے وہ وقت یاد نہیں جس میں تو نے زندگی بسر کی ہے؟ کہے گا، ہاں مجھے یاد ہے، پھر اس سے کہا جائے گا، تیرے لیے وہ ہے جس کی تو نے تمنا کی، اور دنیا سے دس گنا، وہ کہے گا۔ پروردگار! تو میرا مالک، اور بادشاہ ہے، میرے ساتھ دل لگی کرتا ہے! ابن مسعود کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام، یہ واقعہ سنا کر ہنسے، اور ہم نے دیکھا کہ آپؐ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگے۔

عامر بن سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں: سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا آپ غزوہ خندق کے موقعہ پر ہنسے اور آپؐ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگے۔ عامر کہتے ہیں میں نے اپنے والد، سعد سے پوچھا: آپؐ کا ہنسنا کیسا تھا؟ سعد نے بتایا کہ۔ غزوۂ خندق میں ایک شخص تھا، اس نے تیروں سے بچاؤ کے لئے لوہے کی ڈھال لے رکھی تھی، میں تیر پھینک رہا تھا۔ وہ شخص ڈھال کے ذریعہ اپنا چہرہ بچا رہا تھا، میں نے اس پر چلانے کے لئے ایک تیر نکالا، اچانک اس نے اپنا سر اٹھایا، اور میں نے یک لخت تیر چلا دیا، اور میرا تیر خطا نہیں گیا، اور اس کی پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ وہ شخص بل کھا کر گر پڑا، اور اس کے پاؤں کھل گئے، اس کی یہ حالت دیکھ کر حضورؐ کو ہنسی آگئی۔ اور ہم نے

آپ کے دندان مبارک دیکھے۔

علی بن ربیعہ کہتے ہیں: مَیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کی سواری کے لئے گھوڑا لایا گیا تھا۔ جب حضرت علی نے اس کی رکاب میں پاؤں رکھا تو بسم اللہ کہا، پھر جب اس کی پیٹھ پر سوار ہو گئے تو کہا "الحمد للہ" اس کے بعد یہ دعا پڑھی سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا له مقرنین، وانا الی ربنا لمنقلبون، اس کے بعد تین مرتبہ الحمد للہ اور تین بار اللہ اکبر، کہا، اور یہ دعا پڑھی سبحانک انی ظلمت نفسی، فاغفرلی، فانه لا یغفر الذنوب الا انت، یہ کہہ کر حضرت علی ہنس پڑے مَیں نے پوچھا: امیر المومنین! آپ کس بات پر ہنسے؟ بولے: مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار ایسا ہی دیکھا تھا، آپؐ نے ایسا ہی کیا، اور پھر ہنسے، مَیں نے پوچھا امیر المومنین حضورؐ ایسا کر کے کیوں ہنسے تھے؟ علیؓ نے کہا: جب مَیں نے حضورؐ سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا تھا: بندہ جب یہ کہتا ہے کہ "اللہ میرے گناہ معاف کر دے" اور بزعم خویش یہ سمجھتا ہے کہ صرف اللہ ہی میرے گناہ معاف کرے گا، اور کوئی میرے گناہ نہیں بخشے گا تو اللہ تعالٰے بندہ کی اس بات پر خوش ہوتا ہے"۔ (تو اس بات پر حضورؐ بھی مسکرائے)

نبی علیہ السلام کا رونا بھی، ان کی مسکراہٹ کی طرح تھا، جیسے آپؐ کبھی آواز کے ساتھ ہنسے نہیں، ایسے ہی کبھی آواز کے ساتھ روئے بھی نہیں۔ آپ کا رونا یہ تھا کہ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے، اور سسکیوں کی آواز سنائی دیتی، کسی کے مرنے پر رنج وغم سے آپؐ کے آنسو بہہ نکلتے۔ کبھی آپؐ اپنی امت کے لئے آبدیدہ ہو جاتے۔ کبھی خوفِ خدا اتنا غالب ہوتا کہ آپؐ پر گریہ غالب آجاتا۔ قرآنِ حکیم سنتے وقت آپؐ رونے لگتے، اور بعض مرتبہ رات کو نماز تہجد میں آپؐ پر گریہ وزاری طاری ہو جاتا۔

عبداللہ بن شخیر کہتے ہیں: میرے والد نے بیان کیا مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوا، آپ نماز پڑھ رہے تھے، اور آپ کے پیٹ میں سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسی ہنڈیا میں سے، اُبال کے وقت آتی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار نبی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر تو قرآن نازل ہوتا ہے، مَیں بھلا کیا آپ کے سامنے پڑھوں! آپ نے فرمایا، مجھے اچھا لگتا ہے۔ کہ دوسرا تلاوت کرے، اور مَیں سُنوں، مَیں نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کی، اور جب یہاں پہنچا۔ " وجئنا بک علیٰ ھٰؤلاء شہیدا "(۱) اس وقت مَیں نے دیکھا حضوؐر کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی تھی۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے ایک بچی کی پرورش کی تھی۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ اُمّ ایمن نے نوحہ شروع کر دیا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: اے ام ایمن: تو اللہ کے نبی کے آگے اس طرح گریۂ وزاری اور نوحہ خوانی کر رہی ہے؟ ام ایمن بولیں۔ یا رسول اللہ! آپ بھی تو رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں رو نہیں رہا ہوں، اور یہ جو آنکھوں سے آنسو رواں ہیں، یہ تو مومن کے لئے رحمت ہے کہ وہ بہرحال راضی برضا ہوتا ہے، اور اس کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کی جان لبوں پر ہو، اور زبان سے خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔

انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے حضوؐر کو دیکھا کہ اپنی لے پالک بچی کی قبر پر بیٹھے ہیں، اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: عثمان بن مظعون، آپ کے رضاعی بھائی تھے۔ ان کا انتقال ہو گیا، آپ ان کی میت پر بیٹھے ہوئے تھے، اور آپ کی آنکھوں سے آنسو

بہہ رہے تھے، ایک مرتبہ سورج گہن ہوا۔ آپ صلوٰۃ کسوف میں رونے لگے، آپ کی آہیں نکل رہی تھیں، آپ فرما رہے تھے: اے اللہ! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ جب تک میں اس قوم میں ہوں، تو اس پہ عذاب نازل نہیں کرے گا؟ میں ابھی ان لوگوں میں ہوں، یہ تجھ سے بخشش اور درگزر کی بھیک مانگ رہے ہیں، اور میں بھی تجھ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔

نبی علیہ السلام کے چھینکنے کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ کو چھینک آتی تو آپ منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لیتے، اور آہستہ آواز سے چھینکتے، جب چھینک آتی تو الحمد للہ کہتے، اگر کوئی جواب میں "یرحمک اللہ" کہتا تو آپ "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" فرماتے۔ آپ مسجد میں زور سے چھینکنا ناپسند فرماتے تھے۔ جمائی لینے کو بھی آپ ناپسند فرماتے خدا نے آپ کو جمائی سے محفوظ رکھا، اور کسی نبی کو کبھی جمائی نہیں آئی۔

گفتگو اور خاموشی

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ نبی علیہ السلام اس طرح جلدی جلدی گفتگو نہیں کرتے تھے جیسے تم لوگ کرتے ہو، آپ آہستہ آہستہ، ٹھہر ٹھہر کر، اور بڑی خوبی کے ساتھ ہم آپ کی پوری بات سمجھ لیتے، آپ کی گفتگو میں اتنا ٹھہراؤ اور وضاحت ہوتی کہ جو بھی سنتا اسے آپ کی بات یاد ہو جاتی۔ آپ عام طور پہ ایک فقرہ کو تین بار لوٹاتے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو، جب کسی قبیلہ اور جماعت کے پاس تشریف لے جاتے، تو سب سے پہلے سلام کرتے، اور بسا اوقات تین بار سلام کرتے، جب بیٹھ جاتے تب بات کرتے، بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے، آہستہ آہستہ گفتگو فرماتے، کوئی اگر لکھنا یا محفوظ کرنا چاہتا تو محفوظ کر لیتا۔

نبی علیہ السلام کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ زیادہ تر خاموش رہتے، اور کبھی بغیر ضرورت کے بات نہیں کرتے تھے، اگر کوئی بھونڈے طریقہ سے بات کرتا تو اس سے درگزر کرتے کبھی کسی فضول اور غیر ضروری بات میں دخل نہیں دیتے تھے، خود بہت کم بات کرتے تھے دوسروں سے درگذر سے کام لیتے تھے جب بات کرتے تو دو مرتبہ دہراتے تاکہ سننے والا اچھی طرح سمجھ سکے۔ آپ کی گفتگو، موتیوں کی لڑی کی طرح ہوتی۔ ہر ناخوشگوار اور بری بات سے روگردانی فرماتے، اگر کوئی ناخوشگوار بات کہنی ضروری ہوتی تو صراحت کے بجائے اشاروں کنایوں میں بات سمجھا دیتے۔ ہر دم خدا کا ذکر کرتے رہتے۔

قوت

نبی علیہ السلام انتہائی طاقت ور تھے۔ ابن اسحاق رضی اللہ عنہ اور بہت سے صحابہ کہتے ہیں کہ۔ مکہ میں نبی علیہ السلام سب سے زیادہ طاقت ور تھے۔ بڑے سے بڑے قوی ہیکل آدمی کو پچھاڑ دیتے تھے، دور دور سے لوگ آپ سے لڑنے کے لئے آتے، اور آپ انھیں پچھاڑ دیتے۔ ایک مرتبہ رکانہ نامی ایک کافر آپ کو مکہ کی ایک گھاٹی میں ملا، آپ نے اس سے فرمایا: اے رکانہ! اللہ سے ڈر، اور میں جو کچھ کہتا ہوں اُسے قبول کرلے! رکانہ بولا: اے محمد! آپ کی سچائی کی کوئی دلیل اور گواہ بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: بتا، اگر میں تجھے پچھاڑ دوں تو کیا تو ایمان لے آئے گا؟ کہنے لگا: ہاں، اے محمد! اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں اللہ پر، اور آپ پر ایمان لے آؤں گا، آپ نے فرمایا: اچھا پھر کشتی کے لئے تیار ہوجا، وہ تیار ہوکر آگے بڑھا، آپ نے پلک جھپکنے میں اسے پچھاڑ دیا، رکانہ، بڑا حیران ہوا، کہنے لگا میں پوری طرح تیار نہیں ہوا تھا، دوبارہ کشتی ہونی چاہیئے دوبارہ کشتی ہوئی پھر پچھاڑ گیا، پھر تیسری بار ہوئی، اس میں بھی چاروں شانے چت ہوا۔

یہ حال دیکھ کر بڑا متعجب ہوا، اور کہنے لگا: اے محمدؐ! آپ کی تو بڑی عجیب شان ہے!

رکانہ کے علاوہ، حضورؐ نے دوسرے بہت سے قوی، ہیکل لوگوں کو پچھاڑا، ان میں ابوالاسود جمحی بھی ہے، اس شخص کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ گائے کی کھال زمین پر بچھا کر اس پر کھڑا ہو جاتا، اور دس آدمیوں سے کہتا کہ اس کے کونے پکڑ کر کھینچو۔ دس آدمی کھال کے کونے پکڑ کر کھینچتے، کھال پھٹ جاتی مگر ابوالاسود اپنی جگہ سے نہ ہلتا، اس نے ایک دفعہ حضورؐ کو دعوتِ مبارزت دی۔ آپؐ نے شرط لگائی کہ اگر میں تجھے پچھاڑ دوں تو، تو ایمان لے آنا۔ آپؐ نے اسے پچھاڑ دیا مگر وہ بدنصیب ایمان نہ لایا۔

---

(۳)

لباس، اور اسلحہ وغیرہ

قمیص، عمامہ، اور چادر وغیرہ

قاضی عیاض رحمہ اللہ، اپنی کتاب "شفا" میں لکھتے ہیں: "نبی علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ پر ایک نظر ڈالیں، آپ کو تمام تر دنیاوی مال ومنال سے نوازا گیا، آپ نے دشمنانِ اسلام سے جہاد وقتال کیا، مالِ غنیمت آپ کے لئے اور آپ کے ساتھیوں کے لیے جائز اور حلال کیا گیا۔ حالانکہ مال غنیمت آپ سے پہلے کسی نبی کے لیے جائز نہیں ہوا۔ آپ ہی کی زندگی میں حجاز، یمن اور جزیرۃ العرب فتح ہوا، اور اسلامی مملکت کے حدود شام وعراق تک پہنچ گئے، ان تمام علاقوں سے جزیہ اور خراج آنا شروع ہوا۔ اور مستقل آمدنی کے ذرائع پیدا ہوئے۔ دوسرے بہت سے سلاطینِ حکومت سے معاہدے ہوئے لیکن ان تمام ذرائع وسائل، اور دولت کی فراوانی کے باوجود حضور علیہ السلام نے کبھی اپنی ضرورت، اور ذاتی مصارف کے لئے اس میں سے ایک درہم بھی نہیں رکھا، اجناس کی شکل میں، یا درہم و دینار کی صورت میں جو بھی آیا، عام مسلمانوں کی ضروریات اور فلاح وبہبود پر خرچ کیا، کتنی بھی دولت آئی مگر آپ نے کبھی اس پر کاشانۂ نبوت میں ایک رات سے زیادہ نہیں گزرنے دی زندگی بھر حضور کا یہ حال رہا، اور جب اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اس حال میں کہ گھر میں اللہ کے نام کے سوا کچھ بھی نہ تھا، آپ کی درعِ مبارک بھی رہن رکھی ہوئی تھی۔"

آپؐ نے اپنی، اور اپنے اہل وعیال کی معیشت میں کبھی فراخی کو روا نہیں رکھا، صرف اتنا ہی خرچ کرتے جو بیحد ضروری ہوتا، آپؐ دوسروں میں درہم و دینار کے انبار تقسیم فرماتے، اور خود اپنے گھر میں یہ حال ہوتا کہ کئی کئی وقت چولہا گرم کرنے کی نوبت نہ آتی زیب تن کرنے کے لیئے ایک عمامہ، معمولی تہبند، اور موٹی چادر کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ آپؐ نے اپنی اس معیشت سے یہ ثابت کیا کہ شرف، بزرگی، اور عزت کا معیار، عالی شان محل، اور بیش قیمت کپڑے نہیں ہیں، عزت، اور بزرگی کا الٰہی معیار تقویٰ اور صرف تقویٰ ہے"

مواہب میں ہے "شکل وصورت، ہیئت، اور لباس میں اہتمام، خوب صورتی اور زینت کی تین قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک قابل تعریف ہے، ایک قابل مذمت، اور ایک نہ قابل تعریف ہے اور نہ قابلِ مذمت، قابل تعریف یہ ہے کہ، آدمی لباس میں اور شکل وصورت میں، خوبصورتی اور زینت کا اہتمام اس لئے کرے کہ خدا نے فراخی کی جس نعمت سے اسے نوازا ہے، اس کا اظہار ہو، خدا کا زیادہ سے زیادہ شکر بجالائے، اس کی اطاعت اور عبادت زیادہ لگن کے ساتھ بجالائے، جہاد وقتال کا موقعہ ہو تو جنگی لباس اور آلاتِ حرب زیب تن ہوں، تاکہ دشمنوں کے دل میں رعب ہو، اور وہ مسلمانوں کو بے وسیلہ اور تنگ دست سمجھ کر ان پر دلیر نہ ہوں، غیر ملکی وفود آئیں تو ان کی موجودگی میں مسلمانوں کی شان وشوکت کا مظاہرہ ہو، تاکہ ان کے دلوں میں مسلمانوں کی عزت و عظمت ہو، جو اعلائے کلمۃ الحق میں معین و مددگار بنے، یہ تمام صورتیں ایسی ہیں جن میں لباس، ہیئت، جگہ، اور شکل وصورت، سب میں خوبصورتی، تنوع اور شان وشوکت کا اظہار محبوب اور پسندیدہ ہے، لیکن اگر شکل وصورت اور لباس کی زیب وزینت، محض نمود ونمائش، دنیا کی جھوٹی عزت، اور کسی منصب کی طلب میں ہو تو یقیناً ناپسندیدہ ہے۔ اور اگر ان دونوں مقاصد میں سے کوئی مقصد بھی پیش نظر نہ ہو، یونہی عادت یا رواج کی بنا پر زیب وزینت

اختیار کی ہو تو یہ صورت نہ پسندیدہ ہے، اور نہ مذموم ۔ نبی علیہ السلام نہ کبھی یہ چاہتے کہ خراب ہی کپڑا پہنا جائے ، اور نہ اس طلب اور کوشش میں پڑتے کہ نفیس اور بیش قیمت کپڑے زیب تن کریں ۔ آپؐ کو آسانی کے ساتھ جو بھی میسّر ہو جاتا ، وہی پہن لیتے ۔"

ابونعیم "حلیہ" میں ابن عمرؓ کی یہ روایت بیان کرتے ہیں ، اللہ کے نزدیک ، مؤمن کی عزت کی نشانی یہ ہے کہ اس کا دامن گناہوں سے پاک ہو ، اور اللہ کی مشیّت پر راضی ہو حدیث جابرؓ ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا ، بہت ہی میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھا ، آپؐ نے فرمایا : تیرے پاس ان کپڑوں کو دھونے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی ؟

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ لباس میں نبی علیہ السلام کا طریقہ اور معمول یہ تھا کہ ایسا لباس پہنتے جو جسم کے لئے آرام دہ ہوتا ۔ اور جس سے پورا بدن بہتر طور پر ڈھانپا جا سکتا ، اور زیادہ بھاری بھر کم بھی نہ ہوتا ، آپؐ کا عمامہ اتنا بڑا اور بھاری بھی نہیں ہوتا تھا ۔ کہ اسے باندھنا بھی مشکل ہوتا ، اور سر پہ اس کا اتنا بوجھ اور وزن محسوس ہوتا کہ آدمی تکلیف محسوس کرنے لگے اور اتنا چھوٹا بھی نہیں ہوتا تھا کہ نہ سر ڈھانپا جا سکے ، اور نہ سردی گرمی سے بچاؤ ممکن ہو ، یہی حال آپؐ کی چادر اور تہبند کا بھی ہوتا تھا ، چادر اور تہبند نہ اتنے طویل و عریض ہوتے تھے کہ جسم سے گر گر جائیں ، اور نہ اتنے مختصر کہ جسم کھلنے کا احتمال باقی رہے ۔

آپؐ کا پسندیدہ لباس ، قمیص تھا ، قمیص کا اطلاق اس دور میں اس کپڑے پر ہوتا تھا ۔ جو سلا ہوا ہو ، جس میں آستینیں اور گریبان ہو ، آپؐ کے پاس صرف ایک قمیص ہوتا تھا ۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں " نبی علیہ السلام نے کبھی دوپہر کو رات کے کھانے کا انتظام نہیں فرمایا ، اور رات کے وقت صبح کے کھانے کے متعلق نہیں سوچا کہ کیا کھائیں گے ۔ آپؐ کے پاس کبھی ضرورت کی کوئی چیز ایک سے زیادہ نہیں ہوئی ۔ آپؐ کے پاس نہ کبھی دو قمیص ہوئے ، نہ دو چادریں ، نہ دو تہبند ، نہ دو جوڑے جوتوں کے ، آپؐ

کے قمیص کی آستینیں، ہاتھ کے گٹوں تک ہوتی تھیں۔

آپؐ کے قمیص کی لمبائی گھٹنوں سے نیچی، اور ٹخنوں سے اوپر تک ہوتی، جب قمیص پہنتے تو پہلے دائیں ہاتھ میں اس کی آستین ڈالتے، پھر گلے میں پہنتے۔

قرۃ بن ایاسؓ کہتے ہیں: میں قبیلہ مزینہ سے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تاکہ آپؐ کے دست مبارک پر بیعتِ اسلام کروں، میں نے دیکھا کہ آپؐ کے قمیص کے بٹن کھلے ہوئے ہیں، میں نے آپؐ کے گریبان میں ہاتھ ڈالا، اور مہرِ نبوت کو چھُوا۔

نبی علیہ السلام کے نزدیک سب سے پسندیدہ کپڑا، خوبصورت اور منقش یمنی چادر تھی۔ آپؐ کے پاس سبز چادریں تھیں، جن پر سبز دھاریاں تھیں[1]، آپؐ سبز رنگ کے کپڑے زیادہ پسند فرماتے۔

ابو جحیفہؓ کہتے ہیں، میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا، آپ سُرخ دھاری دار کپڑے کا جوڑا پہنے ہوئے تھے۔ حضورِ اقدس کی دونوں پنڈلیوں کی چمک گویا اب بھی میرے سامنے ہے۔

نبی علیہ السلام اپنی صاحبزادیوں کو، خز اور ابریشم کے کپڑے کی اوڑھنیاں اُڑھایا کرتے تھے۔

نبی علیہ السلام اگر کبھی ریشمی کپڑا پہن لیتے تو فوراً اُتار دیتے، اور آپؐ کے کپڑوں کی قیمت عام طور پر دس درہم ہوتی۔

قیلہ بن مخرمہؓ کہتی ہیں: حضور علیہ السلام کے جسمِ مبارک پر میں نے ایک بار، دو پرانی

---

(۱) بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ کے پاس صرف ایک چادر رہتی تھی۔ یہاں دو چادروں کا ذکر ہے، عام حالات میں یہی تھا کہ صرف ایک ہی چادر رہتی تھی۔ ممکن ہے کسی وقت دو چادریں ہوئی ہوں جن کا راوی نے ذکر کیا ہے۔

اور بوسیدہ لنگیاں دیکھیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور اقدس، اسامہؓ پر ٹیک لگائے مکان سے باہر تشریف لائے، اس وقت حضور ایک منقش یمنی کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ وہ کپڑا اوڑھے اوڑھے آپؐ نے صحابہ کو نماز پڑھائی"۔(۱)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ایک روز صبح، نبی علیہ السلام اپنے حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لے گئے، اس وقت آپ سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک لمبی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔

مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں: آپؐ نے ایک روز، ایک رومی جبہ پہنا، جس کی آستینیں تنگ تھیں، عام طور پر نبی علیہ السلام جو قمیص یا جُبّہ پہنتے۔ اس کی آستینیں ہاتھوں کے گٹوں تک ہوتیں، یہ تنگ آستینوں والا جبہ آپؐ نے سفر میں پہنا تھا۔

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میرے پاس حضور علیہ السلام کا ایک جُبّہ ہے، جو نہایت قیمتی کپڑے کا ہے، اور اس کے گریبان پہ کام بنا ہوا ہے، یہ جُبّہ حضور کی رحلت کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس تھا، جب عائشہ صدیقہؓ کی رحلت ہوئی تو میں نے لے لیا، نبی علیہ السلام تو اس جبہ کو زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ اور ہم اس سے برکت حاصل کرتے ہیں، کوئی بیمار ہو جاتا ہے تو اسے پانی میں بھگو کر، وہ پانی بیمار کو شفا کے لئے پلاتے ہیں۔

آپ کے پاس جو بھی کپڑا ہوتا، وہی پہن لیتے، کبھی عمامہ باندھ لیتے،

ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ہمیں دکھانے کے لئے ایک پرانی چادر، اور ایک موٹا سا تہبند نکالا، اور فرمانے لگیں: نبی علیہ السلام نے ان

(۱) یہ واقعہ حضور کے مرض الوفات کا ہے، اس قسم کے واقعات اس اثنا میں پیش آئے (مترجم)

دوں کپڑوں میں رحلت فرمائی : آپ کے پاس ایک پرانی چادر تھی ، اسی کو اوڑھ لیتے ، اور فرمایا کرتے ' میں تو اللہ کا بندہ اور غلام ہوں ' اور وہی کپڑے پہنتا ہوں جو غلاموں کو پہننے چاہئیں ۔

آپ کے پاس ایک سیاہ چادر آئی ۔ آپ نے وہ ابوموسیٰ اشعری کو ہدیہ کر دی ، ام سلمہ بولیں : میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ' یارسول اللہ ! آپ نے وہ چادر کیا کی ۔؟ آپ نے فرمایا : میں نے اسے اوڑھ لیا ' ام سلمہ کہتی ہیں : میں نے جتنی خوبصورت ' آپ کی سفیدی پہ وہ سیاہ چادر دکھی ' اتنی خوبصورت کوئی اور چیز نہیں دیکھی ۔"

نبی علیہ السلام کبھی کبھار طیلسان کی چادر اوڑھ لیا کرتے تھے ، ورنہ عام طور پہ آپ اور آپ کے ساتھی سوتی چادر استعمال کرتے تھے ، اور کبھی اونی یا ریشمی چادر بھی اوڑھ لیتے ، ایک بار حضور نے اون کی بنی ہوئی چادر اوڑھی ، آپ کو اس میں سے بالوں کی بو محسوس ہوئی ۔ آپ نے اسے اتار دیا ' آپ کے پاس ایک پاجامہ بھی تھا ' آپ نے ایک خاص قسم کا جوتا بھی پہنا جسے "تاسومہ" کہا جاتا تھا ' آپ کے پاس ایک کپڑا تھا ' جسے آپ رات کے وقت جسم مبارک پہ ڈال لیتے تھے ، یہ کپڑا زعفران کی خوشبو میں بسا رہتا تھا ۔ آپ کے پاس ایک رضائی تھی ' جسے زعفران سے رنگا گیا تھا ' کبھی آپ یہی رضائی اوڑھ کر نماز پڑھ لیتے تھے ، کبھی ایسا ہوتا کہ آپ صرف ایک چادر میں لپیٹ کر رات کو نماز تہجد ادا فرما لیتے ' اور اپنا دوسرا کپڑا ازواج مطہرات میں سے کسی پہ ڈال دیتے ۔ آپ کے تمام کپڑے ' جو بھی پہنتے خواہ چادر ' یا تہبند ' یا پاجامہ ، وہ ٹخنوں سے اونچے رہتے ' آپ کا تہبند تقریباً آدھی پنڈلی تک رہتا ۔

عبیداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں : میں مدینہ میں چلا جا رہا تھا ' اچانک میرے پیچھے سے ایک شخص نے مجھ سے یوں کہا : اپنا تہبند اوپر کو اٹھا لے ، اس سے ظاہری نجاست

اور تکبر وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔ میں نے جو مڑ کر دیکھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھے،
میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ تو معمولی سی چادر ہے، اس میں کیا "تکبر" ہو سکتا ہے، آپ
نے فرمایا: تیرے لئے میری ذات، ایک اسوہ، اور نمونہ ہے۔ اگر کوئی مصلحت تیرے
پیش نظر نہیں، تو میرا اتباع تو کہیں گیا ہی نہیں! میں نے آپ کی طرف دیکھا۔ آپ کا تہبند،
آدھی پنڈلی تک تھا۔

سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں: حضرت عثمان غنیؓ آدھی پنڈلیوں تک تہبند باندھتے تھے
اور فرماتے: اسی طرح میرے ساتھی، یعنی نبی علیہ السّلام کا تہبند ہوتا تھا۔

حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السّلام نے اپنی پنڈلی کے پٹھے کو
پکڑا، اور فرمایا: میرے تہبند کے لٹکنے کی جگہ، یہ ہے۔ اگر تو نصفِ ساق تک تہبند نہ باندھ
سکے تو کچھ اور نیچے کرلے۔ اگر اس پہ بھی قناعت نہ ہو تو لنگی کا ٹخنوں پہ کوئی حق نہیں، لہٰذا
ٹخنوں سے نیچا نہیں باندھنا چاہیئے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی علیہ السّلام نے مجھے دیکھا، میری چادر نیچے
تک لٹک رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: اے ابن عمر! کپڑوں میں سے جو چیز زمین کو
چھوئے وہ آگ میں ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السّلام نے فرمایا: چادر اور تہبند سے جو
ٹخنوں سے نیچے لٹکے وہ آگ میں ہے، یہ وعید ان لوگوں کے بارے میں ہے جو فخر و مباہات
کے لئے اتنے لمبے لمبے کپڑے پہنتے ہیں، جو زمین پر گھسٹتے ہوئے چلیں[1]۔

نبی علیہ السّلام اپنی چادر کو سامنے کی جانب لٹکا لیتے، اور پیچھے کی جانب سے
اوپر اٹھا لیتے، جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کپڑے کا نام لے کر یہ دعا پڑھتے: اے اللہ!

---

(۱) یعنی اس میں فخر و مباہات کا کوئی پہلو نہیں، یونہی اتفاقیہ ٹخنوں تک لٹکی ہوئی ہے۔

تیرا شکر ہے۔ تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا، میں تجھ سے خیر اور بھلائی کا طلب گار ہوں، جو بھی اس میں مقرر کی گئی ہے، اور اگر اس میں کوئی برائی پنہاں ہے تو میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

جب حضور اقدسؐ کوئی نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اللہ کا شکر ادا کرتے، اور دو رکعت نماز ادا فرماتے، عام طور پر نیا کپڑا جمعہ کے روز پہنتے، آپؐ کے پاس ایک جُبّہ تھا، اسے آپ نمازِ جمعہ، اور عیدین میں پہنتے۔ اور بسا اوقات عید کے روز سُرخ دھاری دار جُبّہ زیب تن فرماتے، آپؐ کے پاس ایک یمنی چادر تھی، وہ بھی آپؐ عید کے روز اوڑھتے،

صحابۂ کرام کے چھوٹے بچے عید کے روز نئے، خوبصورت، اور رنگین کپڑے پہنتے، اور صحابہ عید کے روز بچیوں کو زیورات پہناتے۔

حضور اقدس کے پاس خاص نماز جمعہ کے لئے دو کپڑے تھے، عام کپڑوں کے علاوہ کبھی آپؐ صرف ایک چادر اوڑھ لیتے، اس کے دونوں سرے مونڈھوں پر باندھ لیتے اس چادر کے سوا جسمِ مبارک پر اور کوئی کپڑا نہیں ہوتا تھا۔ بعض اوقات اس حالت میں نماز جنازہ بھی پڑھا دیتے، اور کبھی اپنے گھر میں بھی، اسی طرح ایک چادر میں لپٹ کر نماز پڑھ لیتے۔ یہ چادر اتنی بڑی ہوتی تھی کہ آپؐ پوری طرح اس میں لپٹ جاتے تھے، اور جسمِ مبارک کے کسی حصہ کے کھلنے کا اس میں امکان نہیں ہوتا تھا۔

جب نبی علیہ السلام کی خدمت میں، غیر ملکی سفیر اور وفد آتے تو آپ قیمتی لباس پہنتے، اور اکابر صحابہ کو عمدہ لباس پہننے کے لیے فرماتے، آپؐ کی چادر چھ ہاتھ لمبی اور تین ہاتھ چوڑی ہوتی تھی، اور لنگی چار ہاتھ لمبی اور دو ہاتھ ایک بالشت چوڑی ہوتی تھی۔ آپؐ نے ایسی چادریں بھی اوڑھی ہیں، جن میں سُرخ دھاریاں ہوتی تھیں۔ البتہ خالص سرخ کپڑا پہننے سے آپؐ اپنے ساتھیوں کو منع فرمایا کرتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ اپنے زندوں کو سفید کپڑے پہناؤ، اور جب مر جائیں تو سفید کپڑوں میں انہیں کفن دو، کیونکہ سفید کپڑا، سب کپڑوں سے بہتر ہے۔

"مواہب" میں عروہؓ سے ہے کہ نبی علیہ السلام کی چادر کی لمبائی چار گز ہوتی تھی، اور چوڑائی دو گز ایک بالشت،

بیان کیا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کے جسم مبارک سے ہمیشہ خوشبو آتی تھی، یہ اس بات کی علامت تھی کہ آپ کے جسم پہ کپڑا پرانا نہیں ہوتا، اور نہ آپ کے کپڑوں میں کبھی جُوں پڑی۔ امام فخر الدین رازی نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس کے کپڑوں پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی، اور نہ کبھی مچھر نے آپ کو کاٹا۔

آپ سفید کپڑے کی ٹوپی اوڑھتے، ٹوپی کبھی عمامہ کے نیچے اوڑھتے اور کبھی عمامہ کے بغیر اوڑھ لیتے۔ اور ایسے ہی کبھی عمامہ ٹوپی پہ باندھتے اور کبھی بغیر ٹوپی کے باندھ لیتے۔ کبھی سفید یمنی ٹوپی اوڑھ لیتے۔ دوران جنگ ٹوپ استعمال فرماتے۔ کبھی کسی کھلی جگہ نماز پڑھتے تو ٹوپی اتار کر سامنے رکھ لیتے، اور اس سے سترہ کا کام لیتے۔ کبھی عمامہ نہ ہوتا تو سر اور پیشانی پہ رومال باندھ لیتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے میرے عمامہ باندھا، اس کا ایک کونہ میرے مونڈھے پہ ڈالا، اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بدر، اور حنین کے دن ایسے فرشتوں کے ذریعہ میری مدد فرمائی جو اسی طرح عمامے باندھے ہوئے تھے، اور فرمایا: عمامہ مسلمان اور کافر کے درمیان ایک امتیازی فرق ہے۔

نبی علیہ السلام، کسی شخص کو اس وقت تک کسی شہر کا حاکم مقرر نہیں فرماتے تھے۔ جب تک اس کے عمامہ نہیں بندھوا دیتے تھے، عمامہ کا طرز یہ ہوتا کہ اس کا ایک پلّہ دائیں

مونڈھے پر کان کی طرف ڈالا جائے۔

جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں: فتح مکہ کے روز، نبی علیہ السلام مکہ میں داخل ہوئے اس وقت آپؐ نے سیاہ رنگ کا عمامہ باندھ رکھا تھا۔

کی لکھتے ہیں جیسے راویانِ حدیث نے حضورؐ کی چادر اور لنگی کا طول و عرض بیان کیا ہے ایسے کسی نے آپؐ کے عمامے کا طول و عرض بیان نہیں کیا۔

بستر وغیرہ

نبی علیہ السلام کا بستر چمڑہ کا تھا، جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی، اس کی لمبائی کم و بیش دو گز تھی اور چوڑائی ایک گز، اور ایک ہاتھ، تقریباً۔ آپؐ دنیاوی ساز و سامان سے بالکل الگ رہتے، باوجودیکہ خدا نے دنیا کے تمام خزانوں کی کنجیاں آپؐ کو عنایت فرمادی تھیں، مگر آپؐ نے کبھی دنیا کی خواہش نہیں کی، ہمیشہ آخرۃ پر اور اس کی نعمتوں پر نظر رکھی، اور آخرۃ کو اختیار کیا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور اقدس کا بستر مبارک کیسا تھا؟ بولیں: چمڑہ کا تھا، کھجور کے درخت کی کھال اس میں بھری ہوئی تھی،

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میرے پاس انصار کی ایک عورت آئی، اس نے حضور اقدس کا بستر دیکھا، چمڑے کو دُہرا کرکے بچھا رکھا تھا، وہ عورت چلی گئی، اور اس نے روئی کا ایک گدا حضور کے لئے میرے پاس بھیجا، حضور میرے پاس تشریف لائے گدا دیکھا، فرمانے لگے: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے بتایا: فلاں انصاری عورت آپؐ کا بستر دیکھ کر گئی تھی، اس نے آپؐ کے لئے یہ گدا بھیجا ہے، حضور نے فرمایا: اسے

واپس کر دو، عائشہ! خدا کی قسم اگر مَیں چاہوں تو خدا مجھے سونے چاندی کے پہاڑ عطا کر دے مگر مَیں راحت و آرام کے تمام سامانوں کو ہیچ سمجھتا ہوں

اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے حضورِ اقدس کے بستر کے متعلق کسی نے پوچھا آپؓ نے بتایا: ایک ٹاٹ تھا، جس کو دوہرا کر کے ہم حضور اکرمؐ کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے، ایک روز مجھے خیال ہوا کہ لاؤ اسے چوہرا کر کے بچھا دوں، زیادہ نرم ہو جائے گا۔ مَیں نے اُسے چوہرا کر کے بچھا دیا، آپ نے صبح کو دریافت فرمایا: تم لوگوں نے رات، میرے نیچے کیا چیز بچھائی تھی۔؟ مَیں نے عرض کیا، وہی روزمرہ کا بستر تھا، البتہ اُسے چوہرا کر دیا تھا، کہ زیادہ نرم ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے پہلی ہی حالت پر رہنے دو، رات اس کی نرمی میرے لئے تہجد سے مانع ہوئی (یعنی تہجد کے لئے آنکھ نہیں کھلی، یا دیر سے کھلی، اور نیند کا غلبہ رہا کیونکہ نرم بستر پر نیند، گہری اور زیادہ آتی ہے، اگر بستر تکلیف دہ ہو تو بار بار آنکھ کھلتی رہتی ہے، آدمی غافل ہو کر نہیں سوتا)۔

آپؐ کے پاس ایک چٹائی تھی، جہاں تشریف لے جاتے وہاں آپؐ کے ساتھ رہتی، کبھی اسے دُہرا کر کے بچھا لیتے، حضور اقدس اکثر اوقات، چٹائی پر ہی سو جاتے۔ اور اس کے نیچے بھی کوئی اور چیز نہیں بچھاتے تھے (کہ تھوڑی بہت ہی نرم ہو جائے)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مَیں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک حجرہ میں چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، آپؐ کے جسم پر بوریئے کے نشان پڑ گئے تھے، حضور کی یہ حالت دیکھ کر مَیں آب دیدہ ہو گیا، آپ نے پوچھا: اے عبداللہ! تجھے کس چیز نے رُلایا؟ مَیں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ کی خواب گاہیں تو ریشم و کمخواب کے بستروں سے سجی ہیں۔ اور آپ ایسی کھردری چٹائی پر لیٹتے ہیں۔ جس نے آپؐ کے جسم مبارک پر نشان ڈال دیئے۔ آپؐ نے فرمایا: اے عبداللہ تو آزردہ اور ملول مت ہو،

ان کے لیئے صرف دنیا کی چند روزہ بہار ہے، اور ہمارے لئے آخرت کی ابدی راحتیں۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مَیں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ چٹائی پہ لیٹے ہوئے تھے، جسم مبارک پر بوریئے کے نشان نظر آرہے تھے، حجرہ کی یہ حالت تھی کہ ایک طرف تھوڑے سے جَو پڑے ہوئے تھے، دیوار پر کھال لٹکی ہوئی تھی (نماز پڑھنے کے لئے) مَیں نے یہ حال دیکھا تو میرے آنسو نکل آئے آپؐ نے فرمایا: اے ابن خطاب! کیوں روتا ہے؟ مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! مَیں اب بھی نہ روؤں، اس چٹائی نے آپؐ کے جسم پہ نشان ڈال دیئے۔ مفتوحہ علاقوں سے جو روپیہ آرہا ہے کیا اس میں آپ کا کوئی حصہ نہیں؟ دوسری طرف یہ قیصر وکسریٰ ہیں جو دُنیا کی بے اندازہ نعمتوں میں کھیل رہے ہیں، اور آپؐ اللہ کے نبیؐ اور محبوب ہیں، پھر بھی اس مصیبت اور تنگ دستی میں گزر بسر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اے ابن خطاب! کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ آخرت کی ابدی نعمتیں ہمارے لئے ہوں، اور دُنیا کی چند روزہ آسائشیں انھیں دیدی جائیں! یہ تو وہ لوگ ہیں جنھیں یہیں کچھ آسائشیں دے کر بہلا دیا گیا ہے جن کی مدت بہت مختصر ہے۔ اور ہم وہ لوگ ہیں جو آخرت میں ایسی نعمتوں سے نوازے جائیں گے جو کبھی ختم نہ ہوں گی۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں: نبی علیہ السلام کے پاس کھجور کے پٹھوں کا بنا ہوا ایک ڈھیلا ڈھالا پلنگ تھا، اس پر سیاہ چادر بچھی رہتی تھی، ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ، اور حضرت عمر فاروقؓ آئے، آپ اس وقت سو رہے تھے۔ آپؐ کو دونوں کے آنے کا علم ہوا تو بیدار ہو گئے اور اُٹھ کر بیٹھ گئے، ابوبکرؓ و عمرؓ نے دیکھا، کھجور کے پٹھوں کے نشان، حضورؐ کے پہلو پہ پڑے ہوئے تھے، دونوں بولے: یارسول اللہ! آپؐ کے بستر اور پلنگ کا کھُردرا پن کس قدر تکلیف دہ ہے۔؟ اور ایک قیصر وکسریٰ ہیں، جن کے لیے ریشم و کمخواب کے بستر ہیں، نبیؐ

علیہ السلام نے فرمایا: تم دونوں ایسامت کہو، قیصر و کسریٰ کے یہ ٹھاٹ باٹ چند روزہ ہیں، اس کے بعد دوزخ ان کا ٹھکانہ ہے، اور میرے اس تکلیف دہ بستر اور پلنگ کا انجام، جنت کی ابدی راحت ہے، حضور اقدس نے کبھی کسی بچھونے اور پلنگ میں عیب جوئی نہیں کی اگر ہم نے آپ کے لئے بستر بچھا دیا تو اس پر لیٹ گئے، اور اگر نہ بچھایا تو زمین پر ہی لیٹ جاتے تھے۔ آپ کا تکیہ چمڑہ کا تھا، اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں: میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا، آپ تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، اور آپ بوریے پر نماز پڑھتے تھے۔ اور اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ دباغت دی ہوئی کھال ہو، اور آپ اس نماز ادا فرمائیں۔

انگوٹھی

آپ کی انگوٹھی چاندی کی تھی، اور اس کا نگینہ حبش کا بنا ہوا تھا، اس میں سیاہی اور سفیدی، دونوں تھیں، بعض روایات میں آتا ہے کہ نگینہ حبشی عقیق کا تھا، یہ ثابت نہیں کہ خالص عقیق کی انگوٹھی پہنی، آپ کی انگوٹھی چاندی کی تھی، اور اس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، اس سے آپ صرف خطوط وغیرہ پر مہریں لگانے کا کام لیتے تھے، پہنتے نہیں تھے۔ اور اگر پہنتے تو دائیں ہاتھ میں پہنتے، اگرچہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا مکروہ نہیں ہے، صرف خلافِ اولیٰ ہے اور سنت یہی ہے کہ اگر انگوٹھی پہنی جائے تو دائیں ہاتھ میں پہنی جائے۔

آپ کی انگوٹھی پر تین لفظ کندہ تھے۔ محمد، رسول، اللہ۔ اور یہ تینوں لفظ تین سطروں میں تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب نبی علیہ السلام نے ارادہ فرمایا کہ سلاطین عجم

کے نام دعوت نامے بھیجیں، تو آپ سے کہا گیا کہ عجمی بادشاہوں کی عادت یہ ہے کہ جب تک کسی تحریر اور دستاویز پر مہر نہ لگی ہوئی، وہ اُسے سرکاری طور پر تسلیم نہیں کرتے، اسی وقت آپ نے انگوٹھی بنوائی جس کی سفیدی گویا اب بھی میری نظروں کے سامنے پھر رہی ہے۔

انسؓ ہی کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے قیصر، کسریٰ، اور نجاشی کے نام خطوط لکھے، لوگوں نے آپ سے کہا کہ عجمی بادشاہ، مہر کے بغیر کوئی تحریر قبول نہیں کرتے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ، نقش کرایا، آپ اپنی تمام تحریریں، اور دعوت ناموں پر اس انگوٹھی سے مہر لگاتے، اور فرماتے، کسی تحریر پر مہر لگا دینا، اس کو مشکوک کرنے سے بہتر ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے سونے کی انگوٹھی بنوائی، اور اسے دائیں ہاتھ میں پہنا، حضور اقدس کو دیکھ کر مختلف لوگوں نے سونے کی انگوٹھیاں بنوانا شروع کر دیں، جب آپ نے لوگوں کو اس طرح سونے کی انگوٹھیاں بنواتے اور پہنتے دیکھا، تو اپنی انگوٹھی اتار کر پھینک دی، اور فرمانے لگے: اب آئندہ کبھی سونے کی انگوٹھی نہیں پہنوں گا۔ اس کے بعد لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں اتار دیں۔

ابن عمرؓ ہی سے ہے: نبی علیہ السلام نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، اس کا نگینہ حبشی تھا اس پر "محمد رسول اللہ" نقش کرایا، اور تمام لوگوں کو منع فرما دیا کہ کوئی اور اسی نقش کی انگوٹھی بنوائے۔

یہی انگوٹھی تھی جو حضرت معیقیب سے بئر اریس میں گر گئی تھی، یہ انگوٹھی آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے پاس رہی، اور حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں، کنویں میں گری۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، اپنی حیات طیبہ میں آپ پہنتے رہے، آپ کی رحلت کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے پہنی، پھر حضرت عمر نے، اور

اوراس کے بعد حضرت عثمانؓ نے، یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں بئرِ اریس میں گرگئی، اس پر "محمد رسول اللہ" نقش تھا۔

باجوریؒ کہتے ہیں: اس انگوٹھی کے کنویں میں گرنے سے اسی بات کی طرف اشارہ تھا۔ کہ خلافتِ راشدہ کا سلسلہ اب ختم ہوگیا، اور فتنوں کا دروازہ کھلا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس انگوٹھی کے کنوئیں میں گرنے کے بعد، مسلمانوں میں باہمی اختلاف شروع ہوگیا، ہر طرف فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھی، یہاں تک کہ حضرت عثمانِ غنیؓ شہید ہوئے۔ اور حضورؐ نے مسلمانوں میں جو اتحاد اور یک جہتی قائم کی تھی، وہ پارہ پارہ ہوگئی۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نبی علیہ السلام کی انگوٹھی بھی، حضرت سلیمان کی انگوٹھی کی طرح پراسرار تھی۔ جیسے ان کی انگوٹھی گم ہوتے ہی، ان کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا تھا۔ ایسے ہی حضورؐ کی انگوٹھی کے گم ہونے سے نااتفاقی اور فساد کا دروازہ کھل گیا۔

انس بن مالکؓ کہتے ہیں: جب نبی علیہ السلام قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو انگوٹھی اتار دیتے۔ نبی علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص آیا، اس نے پیتل کی انگوٹھی پہن رکھی تھی، اس زمانے میں اس پتھر سے بت بنائے جاتے تھے، آپؐ نے فرمایا، نہ معلوم کیا بات ہے، مجھے تیرے اندر سے بتوں کی بو آرہی ہے؟ اس شخص نے وہ انگوٹھی اتار کر پھینک دی، کچھ روز بعد پھر آیا، اُس وقت اُس نے لوہے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی، آپؐ نے فرمایا: یہ تو اہلِ دوزخ کا زیور ہے، اس نے اس انگوٹھی کو بھی اتار کر پھینک دیا، اور بولا: یارسول اللہ! کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ آپؐ نے فرمایا: چاندی کی، مگر ایک مثقال سے زیادہ وزنی نہ ہو۔

موزے اور جوتے

نبی علیہ السلام کے جوتے میں دو تسمے تھے، اور ہر تسمہ دُہرا تھا، تسمہ سے مراد وہ درمیانی تسمہ ہے جس میں انگلی یا انگوٹھا ڈالتے ہیں، آپؐ دونوں تسموں کے درمیان، انگوٹھے

کے درمیان والی انگلی، یا اس کے برابر والی ڈالتے تھے،

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی علیہ السلام سبتی جوتا استعمال فرماتے تھے۔ سبتی جوتوں پر بال اور رواں وغیرہ نہیں ہوتا، خالص چمڑے کے ہوتے ہیں، ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپؐ کو بغیر بالوں کا جوتا پہنے دیکھا، اسی میں آپ وضو فرما لیتے تھے۔ ہم بھی یہ پسند کرتے تھے کہ ویسا ہی جوتا پہنیں، عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضورؐ کو ایسے جوتوں میں نماز پڑھتے دیکھا جن پر دہرا چمڑا لگا ہوا تھا۔

جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی بائیں ہاتھ سے کھانا کھائے، یا ایک جوتا پہن کر چلے پھرے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا: جب تم جوتا پہننے لگو تو دائیں پاؤں میں پہلے پہنو، اور جب نکالو تو بائیں پاؤں سے پہلے نکالو۔

نبی علیہ السلام جب گفتگو کے لئے بیٹھتے تو پہلے جوتے نکال دیتے پھر بیٹھ کر بات چیت کرتے۔

باجوری کہتے ہیں کہ: نبی علیہ السلام کے جوتے میں ایک باریک تلا ہوتا تھا، پچھلے حصہ میں ایک ایڑی ہوتی تھی۔ اور اگلے حصہ میں زبان کی طرح کچھ حصہ انگلیوں کے لئے آگے کو نکلا ہوا ہوتا تھا۔

حافظ زین الدین عراقی نے حضورؐ کے نعل شریف کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

و نعلهُ الكريمة المصونة	طوبىٰ لمن مسّ بها جبينه
لها قبالان بسير وهما	سبتيتان سبتوا شعرهما
و طولها شبر و اصبعان	وعرضها مما يلي الكعبان

کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص، جس کی پیشانی حضورؐ کے مقدس اور
پاکیزہ جوتے کو چھولے، آپؐ کے جوتے میں دو تسمے تھے، اور ایک ایڑی
بھی، آپؐ کے جوتے سبتی تھے، جن پہ بال نہیں تھے، آپؐ کے جوتے
کی لمبائی ایک بالشت اور دو انگلیوں کے برابر تھی، اور چوڑائی اتنی تھی کہ
ٹخنوں تک آجاتا تھا۔

مواہب میں ہے کہ، متعدد علماء اور صلحائے امت نے نعل مبارک کے نقش کی برکات
کے متعلق لکھا ہے، اور اپنے تجربات بیان کئے ہیں، بے شمار علماء اور صلحاء نے اپنے مشاہدات
بیان کئے ہیں، ان کا احاطہ تو ناممکن ہے، ایک صالح بزرگ، ابو جعفر محمد بن عبد المجید نے اپنے
شاگردوں سے مثال دیتے ہوئے کہا: میں نے گذشتہ رات نقش نعل مبارک کی عجیب و غریب
برکت دیکھی، میری بیوی کے اتنا شدید درد ہوا کہ میں سمجھا کہ یہ جاں بر نہ ہو سکے گی، میں نے
نعل مبارک کا نقش درد کی جگہ رکھ دیا، اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اپنی آنکھوں سے صاحب
نعل کی برکت کا مشاہدہ کرا دے۔ اللہ جلّ شانہٗ نے اسی وقت درد سے نجات عطا کی،

ابو القاسم بن محمد کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے نعل مبارک کی اتنی برکت تھی کہ جس نے
تبرک کے طور پہ نعل مبارک اپنے پاس رکھا، وہ باغیوں کے برے فساد سے، دشمنوں کے غلبہ،
حاسدوں کے حسد، اور شیطان کے شر سے محفوظ ہو گیا، اور اگر کسی حاملہ عورت نے اپنے پاس
رکھا تو اس سے وضع حمل کی تکلیف رفع ہو جائے گی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نجاشی بادشاہ نے حضور اقدس کو دو سیاہ رنگ کے
سادے موزے ہدیہ میں بھیجے، آپؐ نے وہ موزے پہنے" پھر وضو کیا، اور موزوں پر مسح کیا۔

مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دحیہ نے نبی علیہ السلام کے لئے موزے
بھیجے، آپؐ نے انھیں پہنا۔

"طبرانی" میں جبر سے ہے، کہتے ہیں: نبی علیہ السلام جب قضائے حاجت کے لئے جانے کا ارادہ فرماتے تو آبادی سے باہر چلے جاتے، ایک روز قضائے حاجت کے ارادہ سے چلے، فراغت کے بعد، وضو فرمایا، اور ایک موزہ پہن لیا، اچانک ایک پیلا پرندہ آیا اور دوسرا موزہ اٹھا کر اڑ گیا، اس کے بعد اس پرندہ نے وہ موزہ پھینک دیا، اس موزہ میں سے سیاہ سانپ نکلا۔ آپ نے فرمایا: یہ ایک کرامت تھی، جس سے خدا نے مجھے نوازا، اے اللہ! میں ہر اس جانور سے پناہ مانگتا ہوں جو پیٹ کے بل چلتا ہے، اور اس جانور سے بھی اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو چاروں پاؤں سے چلتا ہے۔

اسلحہ

ابن سیرین کہتے ہیں: میں نے اپنی تلوار بالکل ایسی بنائی جیسی سمرۃ بن جندب کی تلوار تھی، سمرۃ بن جندب یہ کہتے کہ میں نے اپنی تلوار، نبی علیہ السلام کی تلوار کے مطابق بنائی ہے۔ ابن سیرین، قبیلۂ بنی حنیفہ سے تھے، اور یہ قبیلہ تلوار سازی کی صنعت میں معروف تھا۔

انس بن مالکؓ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام کی تلوار کا دستہ، چاندی کا تھا۔ جعفر بن محمدؒ اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی تلوار کا نچلا حصہ، اس کا حلقہ، اور قبضہ، یہ سب چاندی کے تھے۔

نبی علیہ السلام کے پاس متعدد تلواریں تھیں، آپ کی ایک تلوار کا نام "ماثور" تھا، یہ پہلی تلوار تھی جو آں حضور کے قبضہ میں آئی، یہ آپ کے والد ماجد، حضرت عبداللہ کی تلوار تھی، آپ کی ایک تلوار کا نام "قضیب" تھا، ایک تلوار کا نام "قلعی" تھا[1]،

---

(1) "قَلَع" کی طرف نسبت ہے، قلع ایک گاؤں کا نام تھا۔

ایک تلوار کا نام "حتف" تھا، ایک تلوار کا نام "مخذم" تھا، ایک تلوار کا نام "بتار" تھا، ایک تلوار کا نام "رسوب" تھا، ایک تلوار کا نام "صمصامہ" تھا، ایک تلوار کا نام "لحیف" تھا، اور ایک تلوار کا نام "ذوالفقار" تھا۔

آپؐ کے معجزات میں سے یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ بدر کے دن، جب عکاشہ کی تلوار ٹوٹ گئی تھی، آپؐ نے ان کے لئے لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کیا، اور کہا: اس سے کاٹ، عکاشہ لوٹے، ان کے ہاتھ میں ایک لمبی اور مضبوط دستہ کی تلوار تھی۔ وہ یہ تلوار لے کر بہت سے غزوات میں شریک ہوتے رہے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ اسی طرح آپؐ نے غزوۂ احد کے دن، عبداللہ بن جحش کے لئے کھجور کا تنا کاٹا، ان کی تلوار ٹوٹ گئی تھی، وہ لوٹے اور ان کے ہاتھ میں تلوار تھی،

نبی علیہ السلام کے پاس ایک چھوٹا سا نیزہ تھا، آپؐ اکثر اسے لے کر چلتے، کہیں راستہ میں نماز پڑھتے تو اسے سترہ کے طور پر آگے گاڑ لیتے۔ آپؐ کا جھنڈا سیاہ تھا۔

زبیر بن عوام رضؓ کہتے ہیں: غزوۂ احد کے روز، نبی علیہ السلام کے پاس دو زرہیں تھیں آپؐ نے ایک چٹان پر چڑھنے کا ارادہ کیا، مگر آپؐ بلندی کی وجہ سے نہ چڑھ سکے۔ آپؐ نے طلحہ کو کھڑا کیا، اور ان کے کاندھوں پر سوار ہو کر آپؐ چٹان پر چڑھ گئے، زبیر بن عوام کہتے ہیں: میں نے حضورؐ کو یہ کہتے سنا: طلحہ نے یہ ایسا کام کیا ہے کہ اس نے اپنے لئے جنت واجب کر لی"۔

نبی علیہ السلام کے پاس سات زرہیں تھیں، آپؐ کی ایک زرہ کا نام "ذات الفضول" تھی، زرہ کی لمبائی کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا تھا، ایک زرہ کا نام "ذات الوشاح" تھا، ایک کا نام "ذات المواشی" تھا، ایک زرہ کا نام "فضہ" ایک زرہ کا نام "سغدیہ" تھا، اس زرہ کے بارے میں یہ روایت ہے کہ یہ وہ زرہ تھی جو حضرت داؤد

علیہ السلام نے، جالوت سے مقابلہ کے وقت پہنی تھی، ایک زرہ کا نام "بترا" تھا، او
ایک زرہ کا نام "خرنق" تھا،

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب نبی علیہ السلام فتح مکہ کے روز، مکہ میں داخل
ہوئے، اس وقت آپ لوہے کا خود پہنے ہوئے تھے

آپ کے اسلحہ اور سواریوں وغیرہ کے نام

آپ کے جھنڈے کا نام "عقاب" تھا، اور اس کا رنگ سیاہ تھا، کبھی آپ زرد
رنگ کا پرچم استعمال کرتے، اور کبھی سفید، جس میں سیاہ دھاریاں ہوتیں، آپ کے خیمہ کا
نام "کن" تھا، نیزہ کا نام "ربان" مشکیزہ کا نام "صادر"، زین کا نام "داج" قینچی کا
نام "جامع" تھا، جس شمشیر کو ہمیشہ آپ جنگوں میں اپنے ساتھ رکھتے اور جہاد کرتے، اس کا نام
"ذوالفقار" تھا، اس کے علاوہ آپ کے پاس اور بھی کئی تلواریں تھیں، آپ کے پاس
چمڑے کا ایک بڑا سا ٹکڑا تھا، جس میں چاندی کے تین چھلے تھے، ترکش کا نام "کافور"،
اونٹنی کا نام "قصواء" اور "عضباء" تھا، خچر کا نام "دلدل"، گدھے کا نام "یعفور" اور اس بکری
کا نام جس کا آپ دودھ پیتے تھے "عنبہ" تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے: نبی علیہ السلام کے پاس ایک نفیس تلوار تھی، اس کا دستہ
چاندی کا تھا، اور اس میں چاندی کے چھلے پڑے ہوئے تھے۔ اس تلوار کا نام "ذوالفقار"
تھا۔ آپ کے پاس ایک کمان تھی، اس کا نام "ذوالسداد" تھا، ترکش کا نام "ذوالجمع" تھا
آپ کے پاس ایک زرہ تھی، جس پر تانبا چڑھا ہوا تھا، اس ترکش کا نام "ذات الفضول"
تھا، ایک برچھی تھی، اس کا نام "نبعاء" تھا، ایک ڈھال تھی، اس کا نام "زفن" تھا، ایک
سرخ رنگ کا گھوڑا تھا، اس کا نام "مرتجز" تھا، ایک سیاہ گھوڑا تھا، اس کا نام "سکب

تھا۔ زین کا نام "داج" خچر کا نام "دلدل"، اونٹنی کا نام "قصداد" اور گدھے کا نام "یعفور" تھا، آپؐ کے بستر کو "کز" کہتے تھے، نیزہ کا نام "نمر" تھا، برچھی کا نام "صادر" تھا، آپؐ کے آئینہ کو "مدلّہ" کہتے تھے، اور قینچی کو "جامع"، آپؐ کے پاس ایک لمبی اونٹنی تھی، جس کا نام "مشوق" تھا۔

آپؐ کے پاس ایک عطردان تھا، اس میں آپؐ آئینہ، کنگھی، قینچی، اور مسواک رکھ لیتے تھے، ایک گھوڑا تھا، اس کا نام "لحیف" تھا، اور ایک گھوڑے کا نام "ظرب" تھا، اور ایک گھوڑے کا نام "لزاز" تھا۔ آپؐ کے پاس ایک پیالہ تھا، جس میں چار آدمی سیر ہو کر کھا لیتے تھے، ایک کنیز تھی، اس کا نام "خضرہ" تھا۔

---

(۴)

کھانا، پینا، اور سونا

کھانا

سماک بن حرب کہتے ہیں کہ: مَیں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سُنا کہتے تھے: کہ تمہارے پاس کھانے پینے کی وہ تمام چیزیں ہیں " جو تم چاہتے ہو۔؟ حالانکہ مَیں نے تو نبی علیہ السلام کا یہ حال دیکھا ہے کہ بسا اوقات آپ کے پاس پیٹ بھرنے کے لئے ایک ردی کھجور بھی نہیں ہوتی تھی۔

آپ کا کھانا اکثر و بیشتر کھجور اور پانی ہوتا، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم آلِ محمد ہیں، اور ہمارا حال یہ ہے کہ ایک ایک مہینہ گزر جاتا ہے اور ہمارے گھر میں چولھا نہیں جلتا، یعنی روٹی سالن پکانے کی نوبت نہیں آتی، کھجور اور پانی پر گزر ہوتا رہتا ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، عروہ سے کہتی ہیں: اے بھتیجے! خدا کی قسم ہم ایک چاند دیکھتے ہیں، وہ مہینہ ختم ہو جاتا ہے، دوسرا چاند دیکھتے ہیں، وہ بھی ختم ہو جاتا ہے، تیسرے مہینہ کا چاند دیکھتے ہیں، مگر نبی علیہ السلام کی ازواج کے گھروں میں چولھا روشن نہیں ہوتا، عروہ بولے خالہ جان! پھر آپ لوگوں کا گزر بسر کیسے ہوتا ہے۔؟ کہنے لگیں: کھجور اور پانی پر، ہاں، ہمارے ہاں دو پڑوسی ہیں، انصاری، گنجائش والے ہیں۔ وہ بیچارے کبھی کبھار دودھ وغیرہ بھیج دیتے ہیں تو ہم حضور اقدس کو بھیج دیتے ہیں۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے ایک مرتبہ نبی علیہ السلام سے بھوک کی شکایت کی، اور اپنے پیٹ کھول کر دکھائے، ہم نے اپنے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا، حضورؐ نے ہمیں اپنا پیٹ دکھایا، اور ان کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

"مواہب" میں ابن بجیر سے ہے: ایک روز نبی علیہ السلام کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی، آپؐ نے ایک پتھر اٹھا کر اپنے پیٹ پر باندھ لیا، اور فرمانے لگے: اے پروردگار! جو نفس دنیا کی نعمتوں کی بہت خواہش کرنے والا ہے، وہ قیامت کے روز بھوکا اور خالی ہوگا، دنیا میں جو نفس اپنے تئیں بڑا معزز ہے۔ وہ قیامت کے روز ذلیل وخوار ہوگا، اور جو نفس آج کس مپرسی اور بے چارگی کے عالم میں ہے، وہ قیامت کے دن محترم ہوگا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک روز نبی علیہ السلام ایک ایسے وقت میں گھر سے نکلے کہ نہ اس وقت کوئی باہر نکل سکتا ہے اور نہ ایسے وقت لوگ ملتے ہیں۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضؓ بھی نکل آئے، حضورؐ نے پوچھا: اے ابوبکر! تمہیں اس وقت یہاں کیا چیز لے آئی؟ کہنے لگے میں صرف اس لئے نکلا ہوں کہ آپ سے ملوں، اور آپ سے ایسے وقت میں باہر آنے کا سبب دریافت کروں، اتنے میں عمر فاروق رضؓ بھی آگئے آپؐ نے ان سے بھی پوچھا: اے عمرؓ! اس وقت تم یہاں کیسے آئے؟ بولے۔ یارسول اللہؐ! مجھے بھوک یہاں لے آئی، نبی علیہ السلام نے فرمایا: ابوالہیثم بن تیہان انصاری کے گھر چلو، میرا خیال ہے وہاں کھانے کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور مل جائے گا، ابوالہیثم اچھے باحیثیت لوگوں میں سے تھے، ان کے پاس باغات اور بکریاں وغیرہ بھی تھیں، مگر نوکر چاکر نہیں تھے ان کے یہاں پہنچے تو انھیں گھر پر نہ پایا، ان کی بیوی سے پوچھا کہ آپ کے شوہر کہاں ہیں؟ کہنے لگیں: ہم لوگوں کے لئے پانی لینے کے لئے ابھی ابھی گئے ہیں۔ اتنے میں ابوالہیثم آ گئے، ان کے ہاتھ میں پانی کی گھڑیا تھی، انہوں نے وہ رکھی اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں

حاضر ہو کر، اس وقت تشریف لانے کا سبب پوچھا۔ آپ نے وجہ بتائی تو کہنے لگے: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ میرے ساتھ باغیچہ تک چلئے۔ حضور کو، اور ابوبکر و عمر کو اپنے ساتھ لے گئے، آپ سب کو بٹھا دیا، اور تازہ کھجوریں توڑ کر لائے، اور خدمت اقدس میں رکھ دیں، حضورؐ نے فرمایا: باسی کھجوریں ہی کیوں نہ لے آئے؟ ابوہیثم نے کہا: یارسول اللہ! آپ خود پسند فرمالیں، اور جیسا دل چاہے ویسی کھجوریں تناول فرمالیں، آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا، آپ نے فرمایا: خدا کی قسم یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے روز تم سے پوچھا جائیگا، ٹھنڈا سایہ، تازہ کھجوریں، اور ٹھنڈا پانی، اس کے بعد ابوہیثمؓ اپنے گھر روانہ ہوئے تاکہ حضورؐ کے لئے کھانا تیار کرائیں: آپ نے فرمایا: ابوہیثم! ہمارے لئے کوئی جانور ذبح نہ کرنا اور تکلفات میں نہ پڑنا، انہوں نے آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے لئے ایک بچھیا ذبح کی اور پکا کر لائے، آپ نے اور آپ کے دونوں ساتھیوں نے کھانا کھایا، آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی ملازم ہے؟ ابوہیثم نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا! کوئی بچہ ہوئے سے ہی بلالو، انہوں نے کہا یارسول اللہ! صرف ہم دو میاں بیوی ہیں، اس کے سوا کوئی نہیں، نبی علیہ السلام نے ابوہیثم کے پاس دو غلام بھیجے، اور اُن سے کہا: ان میں سے جونسا چاہے رکھ لے، ابوہیثم کہنے لگے: یارسول اللہ! آپ ہی میرے لیے ان میں سے ایک پسند فرمادیں، آپ نے فرمایا: جس سے شورہ مانگا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے، اس کے ذمہ واجب ہے کہ وہ بہتر کی رائے دے، آپ نے ایک غلام اپنی مرضی اور پسند سے ابوہیثم کو عطا فرمادیا، اور کہا: ابوہیثم! تم یہ لے جاؤ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اسے نیکی کی نصیحت کرنا، ابوہیثم اسے لے کر اپنی بیوی کے پاس آئے، اور سارا واقعہ سنایا، ان کی بیوی بولیں: ہم نبی علیہ السلام کے اس عطیہ کا حق صرف اس طرح ادا کر سکتے ہیں کہ اسے آزاد کردیں، ابوہیثم نے بیوی کی یہ بات سن کر اسے آزاد کردیا، یہ سن کر

آپ نے فرمایا: خدا کے جتنے بھی رسول اور نائب آئے، ان سب کی زندگی کے دو رُخ ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی تلقین کریں، اور برائی سے روکیں، اور دوسرا رُخ یہ کہ فتنہ و فساد اس کے ارادوں کو مضمحل نہ کر دے، اور جو شخص بُرے پہلو سے بچ گیا، پس وہ بچ گیا اور معصوم وہ ہے جسے خدا بچائے رکھے۔

عتبہ بن غزوان کہتے ہیں: میں نے اپنے آپ کو دیکھا، میں حضورؐ کے ساتھ ساتواں آدمی تھا، اور ہمارے پاس کھانے کے لئے درخت کے پتوں کے سوا کوئی چیز نہ تھی۔ بھوک کی شدت سے ہماری انتڑیاں قل ھو اللہ پڑھ رہی تھیں، میں نے اور سعد بن مالک نے مشترک طور پر ایک چادر اوڑھ رکھی تھی، آدھی چادر سے میں نے اپنا جسم ڈھانپ رکھا تھا، اور آدھی سے سعد نے، وہ چادر ہم پر سے اتر گئی، اس وقت تو ہمارے فقر اور تنگ دستی کا یہ عالم تھا، اور بعد میں ہم سات میں سے ہر شخص، کسی نہ کسی شہر کا حاکم یا گورنر بنا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا: میں خدا سے اتنا ڈرا کہ کوئی نہ ڈرا ہوگا، اور مجھے خدا کی راہ میں اتنی تکلیفیں پہنچائی گئیں کہ کسی کو نہ پہنچائی گئی ہونگی۔ مجھ پر ایسا وقت بھی آیا کہ ایک مرتبہ میرے اور بلال کے پاس تیس دن تک اتنا بھی کھانا نہیں تھا کہ ایک آدمی اسے کھا کر اپنی بقا کا سامان کر سکے، زیادہ سے زیادہ اتنا ہوتا کہ بلال کی بغل میں چھپ جائے۔ یعنی قوت لایموت ہوتی تھی۔

انس رضی اللہ عنہ ہی سے ہے: کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوتا تھا کہ حضور علیہ السلام کے پاس دوپہر اور رات کا کھانا بیک وقت موجود رہتا، ہاں کبھی کبھار اگر مہمان ہوتے تو ان کے لئے آپ رکھ لیتے۔ اور نہ کبھی ایسا ہوتا کہ آپ کے دوپہر یا رات کے کھانے میں روٹی اور گوشت کا سالن دونوں ہوں۔ اگر روٹی ہے تو سالن نہیں۔ اور سالن ہے تو روٹی نہیں۔ روٹی اور سالن کا اہتمام، آپ صرف مہمانوں کی خاطر فرماتے۔

نوفل بن ایاس ہذلی کہتے ہیں: عبدالرحمان بن عوف، ہمارے بہترین دوست اور ساتھی تھے۔ ایک روز ہم سب بیٹھے تھے کہ ابن عوف ہم میں سے اٹھ کر چلے گئے، اپنے گھر گئے نہائے دھوئے، اور ہمارے لئے ایک خوان میں روٹی اور گوشت لے کر آئے، جب خوان ہمارے آگے رکھ دیا تو آب دیدہ ہو گئے، میں نے پوچھا اے ابو محمد! آپ، آبدیدہ کیوں ہو گئے؟ کہنے لگے: ہمارے نبی علیہ السلام اس دنیا سے تشریف لے گئے، اور یہاں اس حال میں زندگی گزاری کہ نہ خود انہوں نے اور نہ ان کے گھر والوں نے کبھی پیٹ بھر کر روٹی کھائی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا، بھوک کے مارے آپؐ کی یہ حالت تھی کہ جھکے جا رہے تھے۔

آپؐ کے پاس کھانے پینے کی کتنی ہی چیزیں کیوں نہ آتیں، مگر آپؐ اپنے لیئے اور اپنے گھر والوں کے لئے صرف ایک وقت کا کھانا رکھتے، باقی سب عام مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: حضور اقدسؐ نے کبھی صبح کے وقت شام کا کھانا نہیں رکھا، اور شام کو صبح کے کھانے کا انتظام نہیں فرمایا۔

انسؓ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام کبھی کوئی چیز اگلے روز کے لئے ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے تھے۔ آپؐ جب رات کا کھانا کھاتے تو صبح کے لئے کچھ نہ ہوتا، اور جب صبح کا کھانا تناول فرماتے تو کاشانۂ نبوت رات کے کھانے سے خالی ہوتا۔

امام قسطلانی "مواہب" میں کہتے ہیں: نبی علیہ السلام، اور آپؐ کے ساتھیوں کے بارے میں ایک طرف تو روایات میں یہ آتا ہے کہ آپ حضرات کئی کئی وقت بھوکے رہتے تھے، کھانے کے لئے آپؐ کے اور آپؐ کے ساتھیوں کے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا، کبھی کھجوریں

کھا کر گزارہ کر لیا، اور کبھی یہ بھی میسر نہ ہوئیں تو صرف پانی ہی پی لیا، اور دوسری طرف یہ ملتا ہے
کہ فلاں صحابی نے اپنے گھر والوں کو سال بھر کا روزینہ ایک ہی بار دے دیا، آپؐ نے اپنے
چالیس ساتھیوں میں چالیس اونٹ تقسیم فرمائے۔ کہیں یہ ذکر ہے کہ آپؐ نے عمرہ کے دوران
سو اونٹ ذبح کئے، کسی دیہاتی کو بکریوں کا ریوڑ عنایت فرمایا، آپؐ کے ساتھیوں میں سے
بھی بعض ایسے ساتھیوں کے واقعات کثرت سے ملتے ہیں، جو صاحبِ ثروت تھے مثلاً
ابوبکر صدیق، عثمان غنی، اور عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ، جنہوں نے بہت سے مواقع پر اپنے مال
و دولت سے مُسلمانوں کی مدد کی، تو اگر یہ فراخی، اور وسعت تھی تو پھر کئی کئی روز بھوکا رہنے،
مہینہ مہینہ بھر گھر میں چولھا نہ جلنے کے کیا معنیٰ؟ اور اگر اتنی تنگ دستی تھی کہ کھانے پینے کے
لئے بھی کچھ میسر نہ آتا تھا تو پھر یہ داد و دہش کیسے تھی؟ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو عام آدمی
کے ذہن میں الجھن پیدا کرتی ہے۔ امام طبری نے اس کا جواب دیا ہے۔ "فتح الباری" میں
ہے کہ: حضور اقدس اور صحابہ کی اپنی جان پر یہ سختیاں اس لئے نہیں تھیں کہ درحقیقت آپ
حضرات نانِ شبینہ سے بھی محتاج، اور عاجز و درماندہ تھے۔ ایسے صحابہ کی تعداد کم تھی جو واقعی
انتہائی عُسرت اور تنگدستی میں زندگی بسر کرتے تھے، اصل میں حضور اقدسؐ کا، اور صحابہ کرام کا
بھوکا پیاسا رہنا، اچھے کھانوں سے گریز کرنا، کبھی کبھار مجبوری کی وجہ سے بھی ہوا، ورنہ
عام طور پر آپؐ اور آپؐ کے ساتھی بھوک، پیاس کی سختیاں اس لئے برداشت کرتے
تھے کہ دوسروں کے لئے ایثار اور جاں نثاری کا جذبہ پیدا ہو، دنیاوی مال و منال، اور عیش و
راحت سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا جائے۔ کیونکہ دنیاوی ساز و سامان اور عیش و عشرت
انسان کو خدا کی یاد، اور حق کی حمایت سے غافل بنا دیتی ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ: حقیقت یہ ہے کہ صحابہ میں سے اکثر، جب تک مکہ میں رہے
تنگدست تھے، جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے وہاں انصار نے ہر طرح ان کے

ساتھ تعاون کیا، انھیں اپنے گھروں میں ٹھہرایا، کاروبار میں شریک کیا، جہاد کا آغاز ہوا، دوسرے علاقے فتح ہوئے اور مال غنیمت آنا شروع ہوا تو تقریباً تمام صحابہ وسعت اور خوشحالی سے آشنا ہوئے، لیکن اس کے باوجود صحابہ اپنا مال و دولت، اپنی ذاتی عیش سامانی پر خرچ نہیں کرتے تھے، ان کے تمام مالی ذرائع و وسائل عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر خرچ ہوتے تھے۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا! میرے رب نے مجھ سے کہا کہ اے نبی تم اگر چاہو تو تمہارے لئے وادیٔ مکہ سونے کی بنا دی جائے، مَیں نے عرض کی، نہیں پروردگار، مَیں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن پیٹ بھر کر کھانا کھاؤں، جس دن بھوکا رہوں، تیرے حضور گریہ وزاری کروں، اور تیری یاد میں مصروف ہوں، اور جس دن سیر ہو کر کھانا کھاؤں، دل کی گہرائی سے تیرا شکر اور تیری تعریف کروں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے: ایک روز نبی علیہ السلام اور حضرت جبریل صنعاً پہاڑ پر کھڑے تھے، نبی علیہ السلام نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس نے تمہیں حق دے کر بھیجا آلِ محمد کے گھر میں شام اس حالت میں آتی ہے کہ ان کے پاس ایک چٹکی آٹا بھی نہیں ہوتا، آپ کا یہ کلام اس سے بھی زیادہ صاف سنائی دیا جیسے آسمان سے کسی دھماکے کی آواز سنی جاتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: نبی علیہ السلام، اور آپ کے گھر والے کئی کئی رات مسلسل بغیر کھائے گزارتے تھے، رات کو کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، اکثر آپ کے یہاں جَو کی روٹی ہوتی۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: حضورِ اقدس کے گھر والوں نے مسلسل دو رات پیٹ بھر کر جَو کی روٹی نہیں کھائی، اسی حالت میں حضور اِس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

سلیم بن عامر کہتے ہیں: میں نے ابو امامہؓ سے سنا، وہ کہتے تھے: نبی علیہ السلام کے

گھر میں کبھی ایک جَو کی روٹی بھی زائد نہیں بچی۔

عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں: حضورِ اقدس کے دسترخوان پر کبھی روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں بچتا تھا۔ اسی حالت میں آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

عائشہ صدیقہؓ ہی سے ہے: نبی علیہ السلام کی رحلت ہوگئی، اور ہمارے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ نہ تھا، صرف آدھا صاع جَو کے رکھے ہوئے تھے، مَیں نے ان میں سے کھانا شروع کیا، وہ ختم ہی نہ ہوئے، پھر ایک روز مَیں نے ان کو تول لیا کہ دیکھوں تو سہی یہ ختم کیوں نہیں ہوتے، تو لتے ہی وہ جَو ختم ہو گئے۔

نبی علیہ السّلام بغیر چھنے جَو کی روٹی کھایا کرتے تھے، بسا اوقات آپ مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوتے، اور صرف پانی پی کر ہی گزارہ کر لیتے۔

سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھ سے کسی نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی ہے۔ مَیں نے کہا: ہم نے کبھی حضورؐ کو چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھاتے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر اس شخص نے پوچھا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چھلنیاں ہوا کرتی تھیں؟ مَیں نے کہا: ہمارے پاس چھلنیاں نہیں تھیں۔ وہ بولا: تم لوگ پھر جَو کے آٹے کو کیسے گوندھتے تھے، اور کس طرح اس کی روٹی پکاتے تھے: مَیں نے کہا: ہم ایسا کرتے تھے کہ آٹے پر پھونک مار دیتے تھے، اوپر سے جو برادہ وغیرہ ہوتا وہ اڑ جاتا، اس کے بعد آٹا گوندھ لیتے۔

انس بن مالکؓ کہتے ہیں: ہم نہیں جانتے کہ نبی علیہ السلام نے چھنے ہوئے آٹے کی باریک روٹی کھائی ہو، یہاں تک کہ آپ خدا سے جا ملے۔ اور نہ یہ دیکھا کہ آپ نے اپنی پوری زندگی میں بھنی ہوئی بکری کھائی ہو۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے کبھی میز پر رکھ کر کھانا نہیں

کھایا، اور نہ طشتریوں میں اتار کر کھایا، اور نہ کبھی چپاتی کھائی۔ قتادہؓ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام اسی معمولی دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔

مسروقؒ کہتے ہیں: میں عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ میرے لئے کھانا لائیں، اور فرمانے لگیں: میں نے حضورؐ کی زندگی میں شکم سیر ہو کر نہیں کھایا، یہاں تک کہ حضورؐ ہم سے جدا ہو گئے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے اور آپؐ کے گھر والوں نے مسلسل تین روز تک کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

عائشہ صدیقہ کہتی ہیں: نبی علیہ السلام نے کبھی ایک دن میں دو مرتبہ روٹی اور زیتون نہیں کھایا، یہاں تک کہ آپؐ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

عائشہ صدیقہؓ ہی سے ہے: نبی علیہ السلام نے مسلسل دو یوم کبھی جَو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، حالانکہ اگر آپؐ چاہتے تو خدا آپ کو وہ تمام کچھ عطا کر دیتا جس کی آپؐ خواہش فرماتے۔

امام قسطلانی "مواہب" میں لکھتے ہیں کہ: میں نے اس بارے میں بڑی تحقیق اور تجسس کیا کہ کیا نبی علیہ السلام کی روٹی چھوٹی ہوتی تھی، یا بڑی، لیکن انتہائی تحقیق اور چھان بین کے باوجود بھی کوئی بات معلوم نہ ہو سکی۔ عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً روٹی چھوٹی ہوتی ہو گی، وہ کہتی ہیں کہ: نبی علیہ السلام نے ایک دفعہ ہم سے کہا: روٹی چھوٹی پکایا کرو، البتہ عدد میں زیادہ کر دیا کرو، خدا اس میں تمہارے لئے برکت عطا فرمائے گا۔ (۱)

---

(۱) اس میں جہاں روٹی کے چھوٹے ہونے کا اشارہ ملتا ہے، وہاں یہ بھی اشارہ موجود ہے کہ حضورؐ کے گھر میں خاصی بڑی روٹی پکتی تھی، اگر چھوٹی روٹی ہی کا معمول ہوتا تو آپؐ یہ کیوں فرماتے "روٹی چھوٹی پکایا کرو، اور تعداد زیادہ کر لیا کرو (مترجم)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی: نبی علیہ السلام دنیا سے تشریف لے گئے۔ مگر آپ نے ایک دن میں، دو مرتبہ پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، اگر کھجور سے پیٹ بھر لیا تو جَو کی روٹی کھانے کے لئے نہیں ہوتی تھی، اور اگر جَو کی روٹی سے پیٹ بھر لیا تو کھجور نہیں کھا سکتے تھے۔

مقدام بن معدی کربؓ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا: آدمی کے پیٹ میں تین حصے ہوتے ہیں، ایک تہائی کھانے کے لئے، ایک پانی کے لئے، اور تیسرا نفس کے لئے، امام قرطبی کہتے ہیں: اگر بقراط یہ سن لیتا، تو اس حکیمانہ تقسیم پر یقیناً متعجب ہوتا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آلِ محمد کے گھر میں، ایک صاع کھانے نے بھی کبھی شام نہیں گزاری۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی علیہ السلام کبھی بھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اور آپ نے کبھی کسی سے اس بات کا ذکر بھی نہیں کیا، کیونکہ آپ کو فقر، غنیٰ سے۔ اور بھوک، پیٹ بھر کر کھانے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ تھا۔ آپ بسا اوقات بھوک کی وجہ سے تمام رات بے چین رہتے مگر آپ کی یہ بھوک، آپ کو اگلے روز، روزہ سے نہ روک سکتی، رات کو کچھ کھائے پیئے بغیر ہی آپ روزہ رکھ لیتے۔ حالانکہ آپ اگر چاہتے تو اللہ رب العزت سے دنیا کے تمام خزانے، اور ہر قسم کی نعمتیں اور فراوانیاں مانگ سکتے تھے، مگر آپ نے فقر و فاقہ کو عیش سامانی پر ہمیشہ ترجیح دی۔ میں حضور اقدس کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگتی، اور خود میری اپنی یہ حالت ہوتی کہ بھوک سے بُرا حال ہوتا، اور میں پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگتی، اور حضور سے کہنے لگتی: کاش ہمیں صرف گزر بسر ہی کی حد تک کھانے پینے کا سامان میسر ہوتا، فراخی اور عیش سامانی نہ سہی، کم از کم اتنا تو ہوتا کہ اطمینان سے ہمارا گزر بسر چلتا۔ میری یہ بات سن کر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں دنیا سے کیا غرض، مجھ سے پہلے میرے بہت سے بھائی جو جلیل القدر پیغمبر تھے، اس دنیا میں آئے، انہوں نے مجھ سے زیادہ سختیاں برداشت کیں

گر صبر کیا، اور اسی حال میں اپنے خدا سے جا ملے، وہاں انہیں بلند مقامات سے نوازا گیا، اور طرح طرح کی نعمتیں ان کو عطا کی گئیں، مَیں ڈرتا ہوں کہ مجھے اس دنیا میں فراخی دے دی جائے، مگر آخرت کی لازوال نعمتوں میں کمی ہو جائے۔ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ کوئی بات نہیں کہ مَیں اپنے دوستوں اور بھائیوں سے جا ملوں۔

عائشہ صدیقہ رضؓ کہتی ہیں کہ جس وقت حضورؐ نے یہ بات فرمائی۔ اس کے بعد مشکل سے ایک ماہ ہم میں رہے، اور آپؐ کا وصال ہو گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی اس طویل روایت کو نقل کرنے کے بعد قاضی عیاض "شفاء" میں لکھتے ہیں: حضرت داؤد علیہ السلام اون کے کپڑے پہنا کرتے تھے، بالوں کے بستر پر سوتے، اور جَو کی روٹی نمک لگا کر کھایا کرتے تھے عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے کہا: آپؑ سواری کے لئے گدھا لے لیجئے، تو آپؑ نے فرمایا مَیں اس کے بغیر بھی اللہ کے نزدیک مکرّم ہوں، حضرت عیسیٰؑ بالوں کے کپڑے پہنتے اور درخت کی چھال اور پتے وغیرہ کھا کر گزر بسر کرتے، رہنے اور سونے کے لئے آپؑ کے پاس کوئی مکان نہیں تھا۔ ان کے نزدیک سب سے پسندیدہ بات یہ تھی کہ لوگ انہیں مسکین کہہ کر پکاریں، موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ سبزیاں اور پتے کھاتے آپؑ کی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ سبزیوں اور ساگ پات کی سبزی پیٹ میں نظر آنے لگی تھی۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا: مجھ سے پہلے انبیاء پر بھی فقر و فاقہ کی سختیاں گزری ہیں، اور مجھے بھی خدا کی نوازشوں میں، یہ نوازش سب سے زیادہ پسند ہے، مجاہد کہتے ہیں: حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کھانا، تازہ گھاس تھا۔ خوفِ خدا سے اتنا روتے کہ آنسو رخساروں پر بہنے لگتے، حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک چھپّر تلے آرام فرماتے۔ پتھریلی جگہ میں جو چھوٹے چھوٹے گڑھے ہو جاتے ہیں، انہی میں کھانا کھا لیتے، اور جانوروں کی طرح اسی میں سے پانی پی لیتے اس تواضع اور حد درجہ انکسار سے آپ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت اور شرف کا شکریہ ادا

کرنا چاہتے تھے جو اللہ نے آپؐ سے محوِ تکلم ہو کر آپ کو بخشا تھا۔

کھانا اور شوربہ وغیرہ

کعب بن عجرہؓ کہتے ہیں: مَیں نے نبی علیہ السّلام کو دیکھا، آپؐ تین انگلیوں سے کھانا کھا رہے تھے، کن انگلی، اس کے ساتھ والی، اور درمیانی انگلی کے ساتھ، پھر مَیں نے دیکھا کہ ہاتھ صاف کرنے سے پہلے یہ تینوں انگلیاں چاٹ رہے تھے۔

جب تک کھانے سے بھاپ اٹھتی رہتی، یعنی زیادہ گرم ہوتا، آپؐ اسے کھانا کردہ سمجھتے تھے، آپؐ گرم کھانا کبھی نہیں کھاتے تھے، اور فرماتے: گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔ کھانا ٹھنڈا کر کے کھایا کرو، اللہ تعالیٰ آگ کی گرمی ہمیں کھلانا پسند نہیں فرماتا۔

آپؐ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ وہ کھانا کھاتے جو آپؐ سے قریب ہوتا، کبھی تین کے بجائے چار انگلیوں سے کھانا کھاتے، دو انگلیوں سے آپؐ نے کبھی کھانا نہیں کھایا، اور فرمایا: دو انگلیوں سے کھانا شیطان کا فعل ہے۔ آپؐ کھانے کی پلیٹ کو انگلیوں سے صاف کرتے اور فرماتے: آخری کھانے میں زیادہ برکت ہوتی ہے۔ آپؐ اس وقت تک انگلیاں چاٹتے رہتے جب تک انگلیاں سُرخ نہ ہو جائیں، جب تک آپؐ ایک ایک انگلی چاٹ نہیں لیتے تھے، اس وقت تک رومال سے ہاتھ صاف نہیں کرتے تھے۔ اور فرماتے: نہیں معلوم، کون سے کھانے میں برکت ہے۔

جب آپؐ گوشت اور روٹی کھاتے تو فارغ ہو کر خوب اچھی طرح ہاتھ دھوتے، پھر جو پانی بچتا اس سے منہ دھو لیتے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السّلام نے فرمایا: جو شخص کھانے میں کسی قسم کا بھی گوشت کھائے، وہ اپنے ہاتھ خوب اچھی طرح دھو لے۔ اور اس کی بو سے دوسرے

لوگوں کو تکلیف نہ پہنچائے۔

آپؐ جب کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے۔ تو اس طرح بیٹھتے کہ دونوں گھٹنے موڑ لیتے جیسے نمازی قعدہ میں موڑ لیتا ہے، ایک گھٹنہ دوسرے گھٹنہ پر، اور ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ لیتے۔ اور فرماتے: مَیں ایک بندہ ہوں، اور اسی طرح کھاتا ہوں، جیسے ایک بندہ کو کھانا چاہیئے، اور اسی طرح بیٹھتا ہوں، عجز اور انکسار کے ساتھ جیسے ایک بندہ کو بیٹھنا چاہیئے۔

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا: مَیں کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

ابن ماجہ روایت کرتے ہیں: نبی علیہ السلام نے منہ کے بل جھک کر کھانے سے منع فرمایا ہے۔ نیز آپؐ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی کھانا کھاتے وقت، بائیں ہاتھ پہ ٹیک لگا کر بیٹھے۔

آپؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ حلال کھانے سے کبھی پرہیز نہیں فرماتے تھے، سالن میں اگر بُھنا ہوا گوشت ہوتا تو وہ تناول فرماتے، اگر گوشت نہ ہوتا تو صرف روٹی ہی کھا لیتے، اور بعض مرتبہ نہ سالن ہوتا، نہ روٹی، کھجوریں ہی ہوتیں، تو آپؐ وہی کھا لیتے، گیہوں کی روٹی ملتی یا جو کی، سب کھا لیتے، اگر حلوہ یا شہد ملتا تو تناول فرماتے، اگر کسی وقت دودھ میسر ہوتا، اور روٹی نہ ہوتی تو آپؐ دودھ پہ اکتفا فرماتے۔ خربوزہ ملتا تو وہ کھا لیتے، بہر حال جو حلال اور طیب چیز موجود ہوتی وہ تناول فرماتے، اور کوئی چیز کھانے سے انکار نہ فرماتے۔

زہدم جرمی کہتے ہیں: ہم ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، مرغی کا گوشت آیا، ایک شخص مجلس میں سے الگ ہٹ گیا، ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہا: بھئی تجھے کیا ہوا۔ تو کیوں پیچھے ہٹ گیا؟ کہنے لگا: مَیں نے ایک دفعہ مرغی کو گندگی کھاتے ہوئے دیکھا تو اس روز سے قسم کھالی کہ اب اس کا گوشت نہیں کھاؤں گا، ابو موسیٰؓ بولے: قریب آجاؤ اور

کھاؤ میں نے نبی علیہ السلام کو مرغی کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

نبی علیہ السلام کے غلام تھے سفینہ، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباری پرندہ کا گوشت کھایا۔[1]

نبی علیہ السلام، مرغی کا اور ان تمام پرندوں کا گوشت کھاتے تھے جنھیں شکار کیا جاتا ہے آپ خود کبھی نہ مرغی خریدتے تھے، اور نہ کوئی پرندہ شکار کرتے تھے۔ یہ پسند فرماتے کہ کوئی اور شکار کر کے آپ کے لئے لے آئے، اور آپ تناول فرمالیں۔

آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے: جب ہنڈیا پکایا کرو تو اس میں کدو زیادہ ڈال دیا کرو، کیونکہ کدو دل کو تقویت پہنچاتا ہے۔

نبی علیہ السلام ثرید کو گوشت اور لوکی کے ساتھ کھاتے، آپ کو لوکی بہت پسند تھا، فرمایا کرتے لوکی میرے بھائی یونس کا درخت ہے۔

جابر بن طارق کہتے ہیں: ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپ لوکی کاٹ رہے ہیں، میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: ہم اس کے ذریعہ اپنے سالن اور کھانے میں اضافہ کرتے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک درزی نے آپ کو کھانے پر بلایا، ہم بھی آپ کے ساتھ اس کے یہاں چلے گئے، اس نے جَو کی روٹی، کدو کا شوربہ اور خشک گوشت کے ٹکڑے آپ کے سامنے رکھے، میں نے دیکھا کہ آپ پلیٹ میں کدو کے ٹکڑے تلاش کر رہے تھے، جب سے میں نے حضور کو لوکی اس ذوق و شوق سے کھاتے دیکھا، اس وقت سے میں بھی کدو بہت شوق سے کھاتا ہوں۔

امام نووی کہتے ہیں کہ آدمی کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ کدو کو پسند کرے، اور اسے

---

(۱) "حباری" کا ترجمہ اکثر علماء نے "بٹیر" سے کیا ہے۔ (مترجم)

شوق سے کھائے۔ اور اسی طرح ہر اس چیز کو پسند کرے جسے حضورِ اقدس پسند فرماتے تھے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی علیہ السلام حلوے کو، اور شہد کو بہت پسند فرماتے تھے، پینے کی چیزوں میں آپؐ کے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ چیز شہد، اور دودھ تھی، جب آپؐ دودھ نوش فرماتے تو کہتے: یہ میرے لیے آخری چیز ہے، یعنی کھانے کے اختتام پر جیسے میٹھا وغیرہ کھاتے ہیں، ایسے ہی حضورؐ اگر کھانے کے آخر میں دودھ نوش فرماتے تو یہی کہتے کہ: یہ اس وقت کے کھانے کا آخری جزو ہے۔ کبھی آپؐ خالص دودھ نوش فرماتے، اور کبھی اس میں ٹھنڈا پانی ملا کر پیتے۔ جب آپؐ کو دودھ پیش کیا جاتا تو فرماتے: یہ بہت بڑی برکت ہے۔ بسا اوقات آپؐ دُودھ اور کھجور دونوں کو ملا کر کھاتے۔ اور فرماتے: یہ دونوں پاکیزہ ترین چیزیں ہیں، مکھن کے ساتھ بھی آپؐ نے کھجور ملا کر کھائی ہے، بلکہ آپؐ اسے پسند فرماتے تھے کبھی کبھار روٹی بھی گھی لگا کر کھا لیتے۔

"احیاء علوم الدین" میں ہے: ایک مرتبہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، حضورِ اقدس کی خدمت میں فالودہ لے کر حاضر ہوئے، آپؐ نے پوچھا۔ اے ابوعبداللہؓ یہ کیا ہے؟ بولے، میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، یہ ہم گھی اور شہد وغیرہ ملا کر ایک خاص قسم کا میٹھا تیار کرتے ہیں، اس میں گیہوں، شہد اور گھی وغیرہ ملا کر خوب پکاتے ہیں، جب اچھی طرح کھدے پڑنے لگتے ہیں، تو ہنڈیا اتار کر خوب خلط ملط کر لیتے ہیں (گھونٹ لیتے ہیں)، پھر یہ اس حالت میں ہو جاتا ہے جیسے میں آپؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہوں۔

نبی علیہ السلام گوشت کا سالن بہت پسند فرماتے تھے، اور فرماتے: یہ قوت سامعہ میں اضافہ کرتا ہے، اور دنیا اور آخرت میں یہ سیّد الطعام، یعنی تمام کھانوں کا سردار ہے۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم نے تھوڑا سا بُھنا ہوا گوشت، حضورِ اقدس کی خدمت میں پیش کیا، آپؐ نے اس میں سے تناول فرمایا۔

عبداللہ بن حارثؓ کہتے ہیں کہ: ہم نے مسجد میں حضور اقدس کے ساتھ بیٹھ کر بھنا ہوا گوشت کھایا۔

مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک رات، حضور اقدس کے ساتھ ہماری دعوت کی گئی، ہم کھانے کیلئے بیٹھے، دستر خوان پر گوشت کا بھنا ہوا ٹکڑا لایا گیا۔ آپ نے اسے کاٹنے کے لئے چھری لی، اور اسے کاٹنے لگے، اس میں سے ایک ٹکڑا کاٹ کر مجھے عنایت فرمایا، اتنے میں اذان کی آواز آئی، اذان کی آواز سنتے ہی آپ نے چھری پھینک دی اور فرمانے لگے: اللہ اسے نیک ہدایت دے! ہم کھانے بیٹھے ہی تھے کہ اس نے اذان دیدی، دوسری بات اس موقع پر یہ ہوئی کہ: میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں، آپ نے فرمایا: لا، انھیں مسواک پر رکھ کر کاٹ دوں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی علیہ السلام کی خدمت میں پکا ہوا گوشت لایا گیا۔ آپ نے اس میں بونگ کا گوشت لے لیا، آپ کو بونگ کا گوشت بہت پسند تھا، آپ نے اسے دانتوں سے کاٹ کر تناول فرمایا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور اقدس کو بونگ کا گوشت بہت مرغوب تھا، اسی گوشت میں آپ کو زہر دیا گیا، گمان یہ ہے کہ یہود نے جو حضور اقدسؐ کو زہر دیا تھا، وہ بونگ کے گوشت میں ملا کر دیا تھا۔

ابوعبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ایک روز حضور اقدسؐ کے لئے ہانڈی تیار کی، آپ کو بونگ کا گوشت بہت مرغوب تھا، اس لئے میں نے وہی پکایا، حضورؐ کو ہنڈیا میں سے بونگ نکال کر پیش کی، آپ نے فرمایا: دوسری بھی نکالو، میں نے ہنڈیا کھول کر دوسری بونگ نکالی، اس کے بعد آپ نے اور طلب فرمائی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بکری کے دو

ہی بونگیں ہوتی ہیں، آپ نے فرمایا: اسس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تو بول پڑا، اگر چُپ رہتا تو جب تک مَیں مانگتا رہتا، دیگچی میں سے بونگیں نکلتی رہتیں۔[1]

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں: نبی علیہ السلام کو بونگ کا گوشت لذت کی وجہ سے زیادہ پسند نہیں تھا، بلکہ گوشت کیونکہ گاہے گاہے پکتا تھا، اور یہ جلدی گل جاتا ہے، اس لئے آپؐ اس کو پسند فرماتے تھے تاکہ جلدی سے فارغ ہو کر اپنے مشاغل، اور اھم امور میں مصروف ہوں۔

عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں: مَیں نے نبی علیہ السلام سے سنا، آپؐ فرمایا کرتے: پیٹھ کا گوشت بہترین گوشت ہے۔

ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم نے اپنے گھر میں ایک بکری ذبح کی، حضور اقدسؐ نے ہمیں یہ پیغام بھیجا کہ: ہمیں بھی اپنی بکری میں سے کھانا کھلاؤ، اس وقت ہمارے پاس صرف گردن کا گوشت باقی رہ گیا تھا، ہمیں شرم آئی کہ حضور کی خدمت میں وہ گوشت بھیجیں، آپؐ کا فرستادہ واپس چلا گیا، اور اس نے جاکر آپؐ سے بتا دیا، آپؐ نے اس شخص سے کہا: جا واپس چلا جا، اور ضباعہ سے کہہ کہ وہی گوشت بھیجدے!

نبی علیہ السلام جب کوئی چیز تناول فرماتے تو اپنا سر وہ چیز کھانے کے لئے نیچے کو نہیں جھکاتے تھے، بلکہ چیز کو اٹھا کر منہ کی طرف لے جاتے۔ پھر دانتوں سے توڑ کر کھاتے۔ آپؐ نے خشک گوشت کے ٹکڑے تناول فرمائے۔ ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کہتے ہیں: ہم نے ایک مرتبہ دورانِ سفر حضور اقدس کے لئے بکری ذبح کی، آپؐ نے گوشت کی تعریف کی، اور اس میں سے، تناول فرمایا، آپؐ نے جنگلی گدھے کا گوشت بھی کھایا، بھیڑ کا گوشت بھی کھایا، سفر اور حضر میں اونٹ کا گوشت بھی کھایا، خرگوش کا گوشت بھی کھایا، دریائی جانوروں

---

(۱) یہ حضور اقدسؐ کا معجزہ تھا۔ اس قسم کے اور بہت سے واقعات بھی، روایات میں موجود ہیں (مترجم)

کا گوشت بھی کھایا، ثرید بھی کھایا، اور بعض مرتبہ روٹی پہ زیتون کا تیل لگا کر بھی روٹی کھائی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا: زیتون کا تیل کھایا کرو (سالن وغیرہ میں ڈال کر یا روٹی پہ لگا کر) کیوں کہ یہ ایک پاکیزہ درخت سے پیدا ہوتا ہے، آپ نے پکے ہوئے چقندر کھائے، آپ نے روٹی کی چوری بھی کھائی، پنیر اور مکھن بھی تناول فرمایا، آپ نے تازہ، تر، اور خشک ہر قسم کی کھجوریں کھائیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: غزوۂ تبوک میں آپ کے لئے بکری کا ایک بازو پکا ہوا لایا گیا، آپ نے چھری منگوائی، اور اس سے کاٹ کر کھایا، اور کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھی۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: حضور اقدس نے اپنی حیاتِ طیبہ کا جو سب سے آخری کھانا کھایا، اس میں پیاز تھا، ظاہر یہ ہے کہ یہ پیاز اتنا پکا ہوا تھا کہ اس میں اس کی بو باقی نہیں رہی تھی، اسی لئے ام المومنین عائشہ صدیقہ رض سے یہ فرمایا: آخری کھانا جو آپ نے تناول فرمایا، اس میں پیاز تھا، یہ نہیں فرمایا کہ: آپ نے پیاز کھایا۔ آپ سرکہ بھی بہت شوق سے کھاتے تھے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین سالن، سرکہ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فتح مکہ کے روز، نبی علیہ السلام اُمّ ہانی رض کے گھر تشریف لائے، آپ کو بھوک لگی تھی: آپ نے ان سے پوچھا: اے اُمّ ہانی! کیا تیرے پاس کچھ کھانے کے لئے ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس سوکھے گوشت کی کچھ بوٹیاں ہیں، انھیں آپ کے سامنے رکھتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: وہی لے آ، ام ہانی نے انھیں پانی میں بھگو دیا، اور تھوڑا سا نمک ڈال دیا، حضور نے دریافت فرمایا: تھوڑا بہت بھی سالن نہیں ہے؟ اُمِ ہانی بولیں: سرکہ کے سوا میرے پاس از قسم سالن اور کوئی چیز

نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: وہی لے آ، جب ام ہانی سرکہ لے کر آئیں تو آپ نے اسے روٹی پر ڈال لیا، اور تناول فرمایا، اس کے بعد خدا کا شکر بجالائے، اور فرمایا: سرکہ کیا ہی خوب سالن ہے، اے ام ہانی! جس گھر میں سرکہ ہے، اسے سالن سے خالی نہیں کہہ سکتے۔

ام سعد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی علیہ السلام، حضرت عائشہ صدیقہ رض کے حجرہ میں داخل ہوئے: اس وقت مَیں وہاں بیٹھی ہوئی تھی، آپ نے پوچھا: اے عائشہ! کیا تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے۔ عائشہ صدیقہ رض نے کہا: ہمارے پاس تو روٹی ہے، کھجور ہے، اور سرکہ ہے۔ آپ نے فرمایا: سرکہ تو بہت اچھا سالن ہے۔ اللہ سرکہ میں برکت عطا فرمائے، کیونکہ مجھ سے پہلے تمام انبیاء کا سالن رہا ہے، اور وہ گھر سالن سے خالی نہیں ہے، جس میں سرکہ ہے۔

ابن قیم رح کہتے ہیں: حضور نے جو سرکہ کی تعریف فرمائی وہ اس موقع کے اعتبار سے تھی، حضور نفس کو مشقت دینے اور دنیاوی لذتوں سے دُور رکھنے کے لئے جو تکلیفیں برداشت کرتے تھے، اس کے لئے سرکہ یقیناً بہترین سالن تھا، ورنہ حضور کا یہ منشا نہ تھا کہ حقیقتاً سرکہ کو تمام سالنوں اور کھانوں پر فضیلت دیں۔ اس لئے کہ اگر دسترخوان پر گوشت، شہد اور دودھ وغیرہ موجود ہوتے تو آپ ان کی زیادہ تعریف فرماتے۔

ابوموسیٰ اشعری رض کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا: عائشہ کی فضیلت اور برتری تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسی ثرید کی تمام کھانوں پر۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے حضرت صفیہ سے نکاح کے بعد ولیمہ فرمایا، اور کھانے میں سَتّو تھا، اور کھجوریں تھیں۔

ابورافع کی بیوی، سلمیٰ کہتی ہیں: حسن بن علی رض، ابن عباس رض اور ابن جعفر رض میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ: ہمارے لئے وہی کھانا تیار کرو جو تم حضور کے لئے تیار کیا کرتی تھیں، اور

جسے حضور بہت پسند فرماتے تھے، مَیں نے کہا: اے میرے بیٹو! آج تم لوگوں کو وہ کھانا اچھا نہیں لگے گا، کہنے لگے، ٹھیک ہے، مگر تم وہی کھانا تیار کرو۔ چنانچہ مَیں اٹھی اور مَیں نے تھوڑے سے جَو لئے، انہیں کوٹا، اور زیتون ملا کر دیگچی میں ڈالا مرچیں اور دوسرے مسالے ڈالے، اور تیار کر کے لے آئی، اور کہنے لگی: بیٹو۔ یہ ہے وہ کھانا جسے حضور پسند فرماتے تھے، اور شوق سے تناول کیا کرتے تھے(۱)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: غزوہ خندق کے روز مَیں اپنی بیوی کے پاس آیا، اور پوچھنے لگا: کیا تیرے پاس کھانے پینے کے لئے کوئی چیز ہے، مَیں نے حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر بھوک کے آثار دیکھے ہیں، میری بیوی جَو کا ایک تھیلا نکال کر لائی، اور ہمارے پاس ایک سیاہ جانور (غالباً بکری) تھا، اسے ذبح کیا، اور جَو میں ملا کر پکایا، مَیں پکے ہوئے جَو اور گوشت، ایک دیگچی میں لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بہت آہستہ سے حضور کو اس کی اطلاع کی، اور عرض کیا۔: آپ اور آپ کے ساتھی آجایئے اور تناول فرمایئے، آپ نے پکارا: اے اہل خندق۔! آجاؤ، جابر تمہارے لئے کھانا تیار کر کے لایا ہے، آپ نے فرمایا: جب تک مَیں نہ آجاؤں تو اس ہنڈیا کو نہ کھولنا، اور نہ کھانا شروع کرنا، جب آپ تشریف لے آئے تو روٹیاں کھولی گئیں، آپ نے ان پر اپنا لعابِ دہن لگایا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر سالن کی دیگچی آپ کے سامنے رکھی گئی، آپ نے اس میں بھی ایسا ہی کیا۔ اور سب ساتھیوں سے فرمایا: اگر کسی کے پاس دال روٹی ہے وہ بھی یہیں لے آئے، اور اس ہنڈیا میں ڈال کر پھر اس میں سے نکالے، سب نے ایسا ہی کیا، کم و بیش ایک ہزار

---

(۱) اس روایت اور واقعہ سے یہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہے کہ حضور اور آپ کے ساتھی اچھے کھانے کو مرغوب رکھتے تھے، اور کھانے پہننے میں اس حد تک اہتمام برتنا کہ خدا کی اطاعت، اور دوسرے اہم امور میں حائل نہ ہو، معیوب اور ناپسندیدہ نہیں ہے۔

افراد تھے، خدا کی قسم سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا، نہ روٹیوں میں کوئی کمی آئی، اور دیگچی بھی اسی طرح سالن سے بھری رہی۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام اپنے گھر سے باہر تشریف لائے مَیں بھی آپؐ کے ہمراہ تھا، آپؐ ایک انصاری عورت کے گھر تشریف لے گئے، اُس نے آپؐ کے لئے بکری ذبح کی، آپؐ نے اس میں سے تناول فرمایا، اس کے بعد وہ انصاری عورت کھجوروں کا ایک خوان لے کر آئی۔ آپؐ نے اُس میں سے بھی تناول فرمایا، اس کے بعد ظہر کے لئے اٹھے، وضو کیا، اور نماز ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ نے بکری کے گوشت میں سے تھوڑا سا اور تناول فرمایا، اور پھر عصر کی نماز ادا کی، اور نماز عصر کے لئے دوبارہ وضو نہیں کیا۔

ام منذر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہمارے گھر حضور تشریف لائے، آپؐ کے ساتھ حضرت علیؓ بھی تھے۔ ہمارے پاس پکے ہوئے بٹیر رکھے تھے، آپؐ وہ نوش فرمانے لگے، حضرت علیؓ نے بھی آپؐ کے ساتھ کھانا شروع کیا، آپؐ نے فرمایا: اے علیؓ۔ رہنے دے، تو بہت کمزور، اور بیمار ہے، تجھے نقصان دیں گے۔ حضورؐ کے منع فرمانے سے حضرت علیؓ نے کھانا چھوڑ دیا، اور آپؐ نے کھایا، پھر مَیں نے آپؐ کے لئے چقندر، اور جَو ملا کر پکائے حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: اے علیؓ! تو یہ کھالے، یہ تیرے لئے فائدہ مند ہو گا!

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مَیں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا، آپؐ نے جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا، اور اس پر کھجور رکھی، اور فرمایا: یہ اس روٹی کا سالن ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام دیگچی، پیالے اور پلیٹ میں نیچے جو سالن رہ جاتا، اُسے بہت پسند فرماتے۔ اور آپؐ کے نزدیک مرغوب ترین کھانا، ثرید اور روٹی تھی، کبھی آپؐ ایسا کرتے کہ پنیر کے ٹکڑوں کو، اور روٹی کو ملا کر چور لیتے اور اسے

تناول فرماتے، آپؐ کو ایسی چوری بہت پسند تھی۔

نبی علیہ السلام ٹڈی اور گردے تناول نہیں فرماتے تھے، گوہ اور تلی بھی نہیں کھاتے تھے، البتہ آپؐ نے ان چیزوں کے کھانے سے دوسروں کو منع نہیں فرمایا، آپؐ لہسن، پیاز اور کوئی بھی بدبودار ترکاری نہیں کھاتے تھے۔ کیونکہ فرشتے آپؐ کے پاس آتے تھے، اور حضرت جبریلؑ آپؐ سے محوِ تکلم ہوتے تھے، ان چیزوں میں خاص قسم کی بو ہوتی ہے، فرشتوں کو اس سے تکلیف ہوتی، اس لئے آپؐ تناول نہ فرماتے۔ آپؐ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کسی کھانے کی برائی نہیں کرتے تھے، پسند آیا تو کھا لیا، اور نہ پسند آیا تو چھوڑ دیا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی علیہ السّلام میرے پاس تشریف لاتے، اور پوچھتے: تیرے پاس کچھ کھانے کے لئے ہے؟ مَیں کہتی: نہیں، یارسول اللہ! کاشانۂ نبوت میں کچھ بھی نہیں۔ آپؐ فرماتے: اچھا میں روزہ کی نیّت کر لیتا ہوں، کبھی باہر سے تشریف لاتے، اور فرماتے: عائشہ، کھانے کے لئے کچھ ہے تو لے آؤ، مَیں کہتی: یارسول اللہ! کچھ کھانا ہدیہ میں آیا ہوا رکھا ہے، پوچھتے: وہ کیا ہے؟ میں کہتی: حلیم ہے، آپؐ فرماتے: صبح روزہ رکھنے کا خیال تھا، کھانے کے لئے کچھ موجود ہے تو چلو، لے آؤ، مَیں لا کر رکھ دیتی، اور آپؐ تناول فرماتے۔

جب حضورِ اقدسؐ کی خدمت میں کھانے کی کوئی چیز پیش کی جاتی تو آپؐ دریافت فرماتے: یہ کہیں سے ہدیہ آیا ہے، یا صدقہ ہے؟ اگر یہ کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے، تو آپؐ خود نہ کھاتے، اپنے ساتھیوں سے فرماتے۔ تم کھا لو، اور اگر کہا جاتا۔ ہدیہ ہے، تو ساتھیوں کو بھی دعوت دیتے، اور خود بھی تناول فرماتے۔

جب آپؐ کو ہدیہ پیش کیا جاتا تو آپؐ اس وقت تک کھانا شروع نہ کرتے جب تک ہدیہ دینے والے سے اجازت نہ لے لیتے۔

آپ کے پاس کچھ بکریاں، اور اونٹنیاں تھیں، ان کے دودھ پر آپ، اور آپ کے گھر والے گزر بسر کرتے، آپ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کی تعداد ایک سو سے زائد ہو جائے، اگر کبھی زائد ہو جاتی تو آپ ذبح فرما دیتے۔ آپ کے پڑوسیوں کے پاس اونٹنیاں تھیں، وہ اپنی اونٹنیوں کا دودھ، آپ کو ہدیہ بھیجا کرتے، آپ اسے نوش فرماتے۔ آپ کے پاس سات دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں، انھیں ام ایمن چرایا کرتی تھیں، اُمِّ ایمن کو آپ نے پالا پوسا تھا۔

نبی علیہ السلام اکثر و بیشتر جنگل کی طرف نکل جاتے، آپ کے بہت سے ساتھی آپ کے ہمراہ ہوتے۔ آپ اور سب ساتھی وہاں کچھ کھاتے پیتے بھی، اور لکڑیاں بھی اکٹھی کرتے آپ ہر آزاد، اور ہر غلام کی بات کا جواب دیتے، اس کی دعوت قبول کرتے، کسی کا ہدیہ لینے سے انکار نہ فرماتے، اگرچہ ایک گھونٹ دودھ ہی کیوں نہ ہو، یا خرگوش کی ایک ٹانگ ہو، آپ اسے قبول کرتے، اور تناول فرماتے، البتہ صدقہ کی کوئی چیز قبول نہ کرتے، اور نہ کھاتے۔

جب کوئی شخص، آپ کو کھانے پر بلاتا، آپ کے ساتھ کوئی اور بھی بن بلائے چلا جاتا، تو آپ میزبان سے فرماتے: یہ شخص میرے ساتھ چلا آیا ہے، اگر آپ اجازت دیں تو ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو، اور اگر اجازت نہ دیں تو یہ اپنے گھر چلا جائے۔ آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ تنہا کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ آپ کو سب سے زیادہ وہ دسترخوان پسند تھا، جس پر بہت سے لوگ بیٹھ کر ایک ساتھ کھانا کھائیں۔

آپ کے گھر کوئی مہمان ہوتا تو آپ اس کی بیحد تواضع کرتے، بار بار کھانے کو پوچھتے اور جب کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے تو اصرار کے ساتھ کھانا کھلاتے۔ اور بار بار اس کے آگے کھانا رکھتے۔

سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے توریت میں پڑھا تھا کہ کھانے کی برکت

یہ ہے کہ اس کے ہاتھ دھوئے جائیں، میں نے اس بات کا حضورؐ سے ذکر کیا، اور جو کچھ توریت میں پڑھا تھا، وہ بتایا، آپؐ نے فرمایا: کھانے کی برکت یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی ہاتھ دھونے چاہئیں اور بعد میں بھی۔

کھانے سے پہلے، اور کھانے کے بعد کیا کہنا چاہئے

جب حضور اقدسؐ کے آگے دسترخوان بچھایا جاتا تو آپ بسم اللہ، پڑھتے، اور فرماتے "اے اللہ تو اس کھانے کو ہمارے لئے بہترین اور مقبول نعمت بنادے، اس کے ساتھ جنت کی نعمتیں بھی ہمارے لئے مقدر فرمادے"۔ کبھی کھانا شروع کرتے سے پہلے صرف بسم اللہ پڑھتے، اور جب کھانے سے فارغ ہوتے۔ تو فرماتے: "اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، دوسرے لوگوں سے بے نیاز کیا، قناعت کی توفیق بخشی، ہدایت دی، اور اپنی اطاعت و فرماں برداری کے لئے چنا"۔ کبھی فرماتے: "اے اللہ! تو نے جو کچھ ہمیں عطا کیا، ہم اس پر تیری حمد و سپاس بجالاتے ہیں"۔ جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو یہ دعا پڑھتے: "اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے ہی لئے مخصوص ہیں، ایسی تعریف جس کی کوئی انتہا نہیں ہے ایسی تعریف جو دکھاوے، اور اوصافِ رذیلہ سے پاک ہے، ایسی مبارک تعریف جو نہ چھوٹی جاسکتی ہے، اور نہ جس سے بے نیازی برتی جاسکتی ہے۔ اے اللہ۔ تو ہمارے شکر و سپاس کو قبول فرما"۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے: "تمام تعریف اس ذات پاک کے لئے ہے، جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، اور ہمیں مسلمان پیدا کیا"۔ جب نبی علیہ السلام کھاتے یا پیتے تو فرماتے: "تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، پاکیزہ چیزوں کا کھانا، پینا ہمارے لئے جائز کیا، اور اس

کے ہضم ہونے اور خارج ہونے کا ذریعہ بنایا۔"

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک روز ہم حضور اقدس کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، کھانا لایا گیا، مَیں نے ایسا کھانا، جو کھانے سے پہلے بہت برکت والا (زائد) نظر آتا ہو، اور کھانا ختم ہونے کے وقت بے برکت نظر آتا ہو، کبھی نہیں دیکھا تھا، مَیں نے تعجب اور حیرت سے حضور اقدس سے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ابتدا میں ہم نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا، درمیان میں فلاں شخص نے بغیر بسم اللہ پڑھے کھانا شروع کر دیا، اس کے ساتھ شیطان بھی کھانے میں شریک ہو گیا، اسی لئے کھانے کی برکت جاتی رہی۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی علیہ السلام اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، اچانک ایک دیہاتی آیا، اور اس نے دو لقموں میں پورا کھانا صاف کر دیا۔ آپ نے فرمایا: اگر یہ شخص بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھاتا، تو یہ کھانا سب کو کافی ہو جاتا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگوں میں سے کوئی شخص اگر کھانا کھاتے وقت، بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اسے چاہیئے کہ آخر میں یوں کہہ لے: "مَیں اس کھانے کے اول بھی بسم اللہ پڑھتا ہوں، اور آخر بھی۔"

نبی علیہ السلام جب کسی کے گھر مہمان ہوتے تو رخصت کے وقت اس سے اجازت لیتے، جب وہ اجازت دیتا تب واپس تشریف لاتے۔ اور میزبان کو یہ دعا دیتے: خدا کرے کہ تمہارے یہاں روزہ دار آ کر روزہ افطار کریں، تمہارا کھانا، خدا کے نیک اور مقبول بندے کھائیں، اور فرشتے تمہارے حق میں دعائے خیر کریں۔

آپ فرمایا کرتے: جب دسترخوان بچھا دیا جائے، سب لوگ کھانے میں مشغول ہوں، اگر تم میں سے کسی کا پیٹ بھی بھر جائے تب بھی وہ دسترخوان سے نہ اٹھے، یہاں تک کہ دوسرے لوگ بھی فارغ ہو جائیں۔ ایک آدمی کے جلدی اُٹھ جانے سے دوسرے ساتھی کو شرمندگی

ہوتی ہے کہ لوگ سمجھیں گے یہ بڑا پیٹو ہے، کھائے جا رہا ہے۔

عمر بن ابی سلمہ کہتے ہیں: میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: بیٹے قریب ہو جاؤ۔! اور جو تمہارے سامنے ہے بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، جب آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا جاتا تو پیالے یا پلیٹ میں، اپنے سامنے سے تناول فرماتے، اِدھر اُدھر سے نہ لیتے، البتہ، اگر کھجوریں کسی برتن میں رکھ کر پیش کی جاتیں تو پھر ہاتھ گھما کر دیکھتے جو کھجور اچھی لگتی وہ لے لیتے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالےٰ اس بندہ سے خوش ہوتے ہیں جو کھانا کھا کر بھی اس کا شکر بجا لاتا ہے، اور کوئی مشروب پی کر بھی اس کی حمد و سپاس کرتا ہے۔

آپ کا پھل وغیرہ کھانا

نبی علیہ السلام کھجوریں دائیں ہاتھ سے کھاتے، اور تربوز بائیں ہاتھ سے، آپ تربوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھاتے۔ پھلوں کے کھانے میں یہ طریقہ آپ کے نزدیک بہت زیادہ مرغوب تھا، جب آپ کھجور کھاتے تو اس کی گٹھلی پیالہ یا، یا پلیٹ میں ڈال دیتے، آپ تربوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھاتے، اور فرماتے: تربوز ساتھ ملا کر کھانے سے، کھجور کی گرمی کم ہو جاتی ہے۔ آپ تربوز کو روٹی سے یا میٹھا ڈال کر بھی کھا لیتے۔ اور کبھی کھجور کے ساتھ ملا کر کھاتے۔ اور دونوں ہاتھوں سے کھانے میں مدد لیتے۔ ایک روز ہم نے دیکھا: حضورؐ نے دائیں ہاتھ سے کھجور کھائی، اور اس کی گٹھلی بائیں ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی، اتنے میں ایک بکری ادھر سے گزری، آپ نے اسے گٹھلی دکھا کر اشارہ کیا، اس نے وہ گٹھلی کھا لی، آپ خود تو کھجوریں دائیں ہاتھ سے کھاتے رہے، اور گٹھلیاں، بائیں ہاتھ سے بکری کو کھلاتے رہے،

یہاں تک کہ گٹھلیاں ختم ہوگئیں، اور بکری چلی گئی،

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مَیں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا: آپ خربوزہ اور کھجور ملاکر کھا رہے تھے۔

نبی علیہ السلام ککڑی اور کھجور، ایک ساتھ تناول فرماتے۔ کبھی آپ ککڑی اور کھجور ملاکر کھاتے، اور اس پر نمک ڈال لیتے۔ یہ آپ کے پسندیدہ پھل تھے، انگور بھی آپ کو بہت مرغوب تھے۔

آپ انگور کھاتے، اور اس کا عرق آپ کی ریش مبارک پر گر جاتا، اور موتیوں کی طرح معلوم ہوتا۔

ربیعہ بنت معوذ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میرے چچا، معاذ بن عفراءؓ نے تازہ کھجوروں کا ایک خوان، جن میں چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں بھی تھیں، مجھے حضورؐ کے پاس لے جانے کا حکم دیا، مَیں وہ خوان لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضورؐ کو ککڑی بہت مرغوب تھی، مَیں جس وقت ککڑیاں لے کر حاضر ہوئی، حضورؐ کے پاس بحرین سے آئے ہوئے کچھ زیورات رکھے تھے، حضورؐ نے ان میں سے ہاتھ بھر کر کچھ زیورات مجھ کو عطا فرمائے۔

جب نبی علیہ السلام کی خدمت میں کوئی تازہ پھل، پہلے پہل لایا جاتا، تو اسے اظہارِ شکر کے طور پر آنکھوں سے لگاتے، بوسہ دیتے، اور فرماتے: اے اللہ! جیسے تو نے موسم کی ابتدا میں یہ پھل ہمیں دکھایا، ایسے ہی آخر میں بھی دکھانا، پھر اگر مجلس میں بچے ہوتے تو آپ پہلے انھیں عنایت فرماتے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضورِ اقدس کے ساتھی، جب موسم کا پھل، پہلے پہل دیکھتے تو لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اگر آپ قبول فرماتے تو یہ دُعا مانگتے: اے اللہ تو ہمیں برکت عطا فرما، ہمارے پھلوں میں، ہمارے تول میں، اور ہمارے ناپ میں

برکت عطا فرما، اے اللہ! ابراہیم علیہ السّلام، تیرے بندے، تیرے دوست، اور تیرے نبی تھے، اور مَیں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں، انہوں نے مکہ میں خیر و برکت کے لئے دعا کی تھی اور مَیں مدینہ میں خیر و برکت کی دعا کرتا ہوں، اس کے بعد آپ حاضرینِ مجلس پر ایک نظر ڈالتے اور جو عمر میں سب سے چھوٹا نظر آتا پہلے وہ پھل اسے عطا فرماتے۔

علماء نے لکھا ہے کہ مکہ کے بارے میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی، اور مدینہ کے بارے میں ہمارے حضور علیہ السلام کی، چنانچہ آج بھی یہ حالت ہے کہ مکہ اور مدینہ میں دُنیا کے کونہ کونہ سے، ہزاروں قسم کے پھل، میوے، اور دوسری کھانے کی چیزیں آتی ہیں، یہ نعمت دُنیا کے کسی شہر کو نصیب نہیں۔

نبی علیہ السلام، اپنے شہر کا ہر پھل، جب بھی اس کا موسم شروع ہوتا، کھاتے، اپنے شہر کے کسی پھل سے پرہیز نہیں فرماتے تھے۔ امام قسطلانی کہتے ہیں: انسان کے اسبابِ صحت میں سے یہ بہت بڑا سبب ہے کہ اپنے علاقے کے تمام پھل کھائے، اور جس موسم میں وہ رہتا ہے، اس موسم کے پھلوں سے پرہیز نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر علاقے میں اس علاقہ کی آب و ہوا کے مطابق پھل اور میوے پیدا کئے ہیں، اور اس علاقے میں انھیں کھانا صحت کے لئے زیادہ مفید ہوتا ہے۔

مشروبات

اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پینے کی تمام چیزوں میں نبی علیہ السّلام کو میٹھی اور ٹھنڈی چیز زیادہ مرغوب تھی، آپ بسا اوقات شہد کو ٹھنڈے پانی میں ملا کر نوش فرماتے۔

جابر بن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام، اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ایک انصاری کے پاس تشریف لے گئے، سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا، وہ انصاری اپنے باغ میں

پانی سینچ رہا تھا، نبی علیہ السلام نے فرمایا: اگر تیرے پاس رات سے کسی برتن میں رکھا ہوا پانی ہے تو وہ پلا، ورنہ ہم ڈول وغیرہ سے منہ لگا کر پانی پی لیں، کہنے لگا: میرے پاس برتن میں رات کا رکھا ہوا پانی ہے، یہ کہہ کر وہ اپنے چھپر میں گیا، برتن میں پانی رکھا ہوا تھا، اس نے اسے پھینک دیا، اور اسی برتن میں بکری کا دودھ دوہا، اور آپ کی خدمت میں پینے کے لیے پیش کیا۔

نبی علیہ السلام کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اگر کوئی شخص راستہ میں مسواک کرنا چاہتا تو آپ اسے مسواک عطا فرماتے، اور جب پانی وغیرہ پیتے تو پہلے اپنے دائیں جانب والے کو عنایت کرتے، آپ پینے کی چیز، برتن ہونٹوں میں دبا کر پیتے، براہ راست پانی یا دودھ وغیرہ میں منہ ڈال کر نہ پیتے تھے۔ اگر کسی کو اپنا بچا ہوا عطا کرتے تو دائیں ہاتھ جو شخص ہوتا اسے عطا کرتے، اگرچہ بائیں ہاتھ کوئی ایسا شخص ہو جو رتبہ میں بڑا ہو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مَیں نبی علیہ السلام کے ساتھ حضرت میمونہؓ کے گھر میں حاضر ہوا، اور ہمارے ساتھ خالد بن ولیدؓ بھی تھے، حضرت میمونہؓ ایک برتن میں دودھ لے کر آئیں، آپ نے نوش فرمایا، مَیں آپ کے دائیں جانب تھا، اور خالد بائیں جانب، آپ نے دودھ مجھے عطا کیا، اور فرمایا: حق تیرا ہے، لیکن اگر تو خالد کو ترجیح دے تو اسے دیدے، مگر مَیں حضور اقدسؐ کے جھوٹے اور بچے ہوئے دودھ میں بھلا کسی اور کو کیسے ترجیح دے سکتا تھا، مَیں نے خود ہی پی لیا، اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا: جس کو خدا نے کچھ کھلایا، وہ یہ دعا مانگے: اے اللہ! تو ہمیں برکت عطا فرما، اور ہمیں اس سے بہتر کھانا عطا فرما، اور جس کو خدا نے کچھ پلایا، وہ یہ دعا مانگے، اے اللہ! تو ہمارے لیے برکت نازل فرما اور ہمارے رزق میں فراخی عطا فرما، حضورؐ نے فرمایا: دودھ کے سوا اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کھانے اور پینے کی جگہ دی جا سکے۔

آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ پانی یا دودھ، جو بھی پیتے، بیٹھ کر پیتے، کھڑے ہو کر کوئی چیز پینے سے آپ نے منع فرمایا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حضور علیہ السلام نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا،[1] اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر بھی پانی پیتے دیکھا، اور بیٹھ کر بھی۔

نزال بن سبرہؓ کہتے ہیں: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے ایک کوزہ میں پانی لایا گیا آپ میدان میں کھڑے تھے، آپ نے اس میں سے، اپنے چلّو میں پانی لیا، دونوں ہاتھ دھوئے کلی کی، ناک میں پانی دیا، اور چہرہ کا، باہوں کا، اور سر کا مسح کیا، پھر کھڑے کھڑے اس میں سے پانی پیا، اور فرمانے لگے: یہ اس شخص کا وضو ہے جو حدث سے نہ ہو، یعنی جسے وضو کی ضرورت نہ ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا تھا۔

حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی علیہ السلام میرے گھر تشریف لائے، وہاں پانی کا ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا، آپ نے اس سے منہ لگا کر کھڑے کھڑے پانی پیا، جب آپ پانی پی چکے تو میں نے اس مشکیزہ کا منہ تبرک کے طور پہ کاٹ کر رکھ لیا، ایسا ہی واقعہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ساتھ پیش آیا، آپ کسی کھانے کی چیز میں پھونک نہیں مارتے تھے، اسی طرح دودھ وغیرہ اگر گرم ہو تو اس میں بھی پھونکیں نہیں مارتے تھے، برتن میں منہ لگائے لگائے سانس نہیں لیتے تھے، منہ برتن سے الگ کر کے سانس لیتے، جب کوئی چیز پیتے تو تین گھونٹ، اور تین سانس میں پیتے، پینے کی چیز اگر تھوڑی ہوتی تو ایک ہی سانس میں

---

(۱) حضور اقدس سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت آئی ہے، اس بنا پہ بعض علماء نے کہا کہ زمزم بھی کھڑے ہو کر نہ پینا چاہیئے، لیکن علماء اور ائمہ کا مشہور قول یہی ہے کہ کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت زمزم کے لیے نہیں ہے، اس میں افضل یہی ہے کہ کھڑے ہو کر پیئیں۔

نوش فرما لیتے۔ جب کھانے یا پینے کا برتن منہ کے قریب لاتے تو بسم اللہ پڑھتے، اور جب کھا، یا پی کر برتن منہ سے ہٹاتے تو اللہ کا شکر ادا کرتے۔

ایک مرتبہ آپؐ کے لئے ایک برتن میں دودھ اور شہد ملا کر لایا گیا، آپؐ نے اسے نوش فرمانے سے انکار کر دیا، اور فرمایا: ایک برتن میں دو پینے کی چیزیں، یا ایک برتن میں دو کھانے، میں اسے حرام تو نہیں کرتا، مگر ناپسند ضرور کرتا ہوں، یہ دکھاوے اور اسراف کی حد میں آجاتا ہے، مَیں اللہ عزوجل کے آگے تواضع پسند کرتا ہوں، جو خدا کے آگے تواضع اور انکسار کرے گا، خدا اس کے درجے بلند کرے گا، جن گھروں میں میٹھے پانی کے کنوئیں تھے، وہاں سے حضورؐ کے لئے پانی لایا جاتا تھا۔

نبی علیہ السلام جس پیالہ میں کھانا تناول فرمایا کرتے تھے، اس کے بارے میں ثابت کہتے ہیں: انس بن مالکؓ نے ایک پیالہ نکالا، جو لکڑی کا تھا، اس پر لوہے کا پترا چڑھا ہوا تھا، انس کہنے لگے: اے ثابت! یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ، اس میں مَیں حضور اقدس کو پانی، دودھ، شہد اور نبیذ وغیرہ پلایا کرتا تھا۔

عاصم احول رح کہتے ہیں کہ: مَیں نے انس بن مالکؓ کے پاس، نبی علیہ السلام کا پیالہ دیکھا، یہ پیالہ پھٹ گیا تھا، اس کے نیچے چاندی کی پتری لگی ہوئی تھی، عود کی لکڑی کا بنا ہوا بہت عمدہ، اور بڑا پیالہ تھا، انس کہا کرتے کہ: مَیں اس پیالہ میں حضور کو یہ پلاتا اور وہ پلاتا۔

ابن سیرینؒ کہتے ہیں: حضورؐ کے پیالہ میں لوہے کا حلقہ تھا، انس نے ارادہ کیا کہ اس کی جگہ چاندی یا سونے کا حلقہ لگوا دیں، ابوطلحہ نے کہا: رسول اللہؐ نے جیسا بنوایا، اور جیسے چھوڑا، اے انس! تم اس میں کوئی تبدیلی نہ کرو۔

نبی علیہ السلام کے پاس چینی کا بھی پیالہ تھا، مگر آپؐ یہ پسند کرتے تھے کہ تانبے کے

برتن سے وضو کریں، ایک برتن آپ کے پلنگ کے نیچے رکھا رہتا تھا، رات کے بعد آپ اس میں پیشاب کرتے، آپ کے پاس ایک لوٹا تھا، اسی سے آپ وضو کرتے اور پانی بھی پی لیتے، لوگ اپنے سمجھ دار بچوں کو حضور کے پاس بھیجتے، آپ ان کو آنے دیتے، وہ لوگ آپ کے لوٹے میں پانی دیکھتے تو پیتے، اور اپنے چہرہ اور جسم پر ہاتھ بھگو کر پھیرتے تاکہ برکت حاصل کریں، جب آپ صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تو مدینہ کے نوجوان، اور لوگوں کے خدام پانی کے برتن لے کر آجاتے، آپ ہر برتن میں ہاتھ ڈالتے۔

سونا اور آرام کرنا

"مواہب" میں ہے: نبی علیہ السلام، عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر، اول شب سو جاتے تھے، اور جب آدھی رات، اور نصف ثانی شروع ہوتا تو آپ بیدار ہو جاتے، اٹھ کر مسواک کرتے، وضو کرتے، آپ بقدر ضرورت سوتے اور آرام فرماتے، اور بہت سے زیادہ جاگتے بھی نہیں تھے، دائیں پہلو کے بل لیٹ کر سوتے، اور جب تک آنکھ نہ لگ جاتی اللہ کا ذکر کرتے رہتے، کبھی اتنا کھانا تناول نہ فرماتے کہ سستی کا غلبہ ہو جائے۔

آپ کبھی فرش پر لیٹ جاتے، کبھی چارپائی پر، کبھی زمین پر چٹائی بچھا کر اس پر لیٹ رہتے، اور کبھی صرف زمین پر ہی محو استراحت ہو جاتے، آپ کا بستر چمڑے کا تھا، اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، آپ کے پاس ایک کمبل تھا۔ کمبل اس پر بچھا کر سو جاتے، رات کے ابتدائی حصہ میں سو جاتے۔ زیادہ دیر تک نہیں جاگتے تھے، اور نصفِ آخر کے شروع میں بیدار ہو جاتے، اس وقت تک نہ سوتے جب تک مسواک نہ کر لیتے، اس معمول کے علاوہ، دن اور رات کے کسی حصہ میں نہیں سوتے تھے، جب بیدار ہوتے تب بھی مسواک کرتے، اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک سرہانے مسواک

نہ رکھ لیں، دن بھر متعدد بار مسواک کرتے، جب سونے کا ارادہ کرتے تو رخسار کے نیچے دایاں ہاتھ رکھتے، اور فرماتے: اے اللہ! روزِ محشر اپنے عذاب سے بچانا" تین بار فرماتے جب سونے کے لئے لیٹ جاتے تو یہ دعا پڑھتے: "اے اللہ تیرے ہی نام کے ساتھ ہم جیتے ہیں، اور تیرے ہی نام پر ہماری موت آئے"۔ بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: "تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی، اور اسی ذاتِ پاک کی طرف قیامت میں لوٹنا ہے"۔ سونے سے پہلے قُلْ یَآ اَیُّھَا الْکَافِرُوْن بھی پڑھتے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب نبی علیہ السلام، رات کو سونے کے لیے لیٹتے تو دونوں ہاتھوں کو دعا مانگنے کی طرح ملا کر ان پر قل ہو اللہ، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر پھونک مارتے، اور دونوں ہاتھ اپنے جسم مبارک کے جتنے حصوں پر ممکن ہوتا، پھیرتے۔ پہلے سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرتے، پھر جسم کے دوسرے حصوں پر، تین مرتبہ ایسا ہی کرتے۔ اس وقت تک نہ سوتے جب تک سورہ بنی اسرائیل، اور سورہ زمر نہ پڑھ لیتے۔ ازواج مطہرات کو حکم فرماتے کہ وہ سونے سے پہلے ۳۳ بار الحمد للہ، ۳۳ بار سبحان اللہ، اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھیں۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں: حضور اقدس جب رات کو بستر میں کروٹ بدلتے تو یہ دعا پڑھتے: لا الہ الا اللہ الواحد القھار، رب السموات والارض وما بینھما جب نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: رب اغفر وارحم واھد للسبیل الاقوم۔

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام جب رات کے وقت سفر کرتے، اور آخرِ شب میں کہیں پڑاؤ ڈالتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ کر آرام فرماتے، اور اگر صبح کے قریب ٹھہرنا ہوتا تو اپنا دایاں بازو کھڑا کرتے اور ہاتھ پر سر رکھ کر آرام فرماتے۔

۵

اخلاق حسنہ

دانائی، اور حِلم و بردباری

قاضی عیاض اپنی کتاب "شفا" میں نقل کرتے ہیں کہ ایک روایت میں مذکور ہے:
اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے لے کر، انتہائے آفرینش تک پوری کائنات کو جتنی عقل عطا کی ہے، وہ اس عقل کا ایک ذرّہ ہے جو سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشی گئی۔

امام قسطلانیؒ "مواہب" میں "عوارف المعارف" کے حوالہ سے لکھتے ہیں: اگر عقل کے سو اجزاء تسلیم کئے جائیں تو اس کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ ننانوے جزو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے گئے، اور ایک جزو تمام لوگوں پر تقسیم کر دیا گیا۔
قسطلانی کہتے ہیں: جو شخص آپؐ کے حسنِ تدبیر کے بارے میں غور کرے تو دیکھے گا کہ عرب جو دنیا کی وحشی تر قوم تھی، جسے کسی تہذیب و تمدن کی ہوا تک نہیں لگی تھی، نہ ان کے سامنے ماضی کی تاریخ تھی نہ مستقبل کے اندیشے، جن کے پاس تعلیم و تعلم کا کوئی ذریعہ اور سامان نہیں تھا، اس وحشی قوم کی تربیت آپؐ نے اس انداز سے کی کہ چند ہی سالوں میں ان کی کایا پلٹ گئی، قتل و غارت گری کی جگہ، انہوں نے ایک دوسرے سے محبت اور ایثار کو اپنا شعار بنالیا، حضور اقدس کی ذاتِ مبارک سے انہوں نے جس والہانہ عشق کا عملی مظاہرہ

کیا، وہ تاریخِ عالم کا ایک انوکھا، اور منفرد باب ہے، باپ بیٹے کے مقابل کھڑا ہو گیا، اور بیٹے نے باپ کا سر تن سے جدا کر دیا، حضور کی خاطر شوہر نے بیوی کو، اور بیوی نے شوہر کو چھوڑ دیا، وطن چھوڑا، گھر بار چھوڑ دیئے، یہ تمام انقلاب آفرین باتیں اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ حضور سے بڑھ کر دنیا میں کوئی زیرک، دانا، اور عقل مند نہیں ہوا، آپؐ کی دانائی سارے عالم سے بڑھ کر ہے۔ یقیناً آپؐ کے اخلاق کریمہ کا دامن اتنا وسیع ہے کہ اسے دنیا کی کوئی چیز تنگ نہیں کر سکتی۔ اور بجا طور پر کہا گیا کہ آپؐ کا خُلق، قرآن حکیم کی عملی تفسیر ہے۔

امام غزالی "احیاء علوم الدین" میں لکھتے ہیں: سعد بن ہشام کہتے ہیں: میں حضرت صدیقہ رض کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے حضور علیہ السلام کے اخلاق کے بارے میں پوچھا عائشہ صدیقہ رض بولیں: کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟ میں نے کہا: ہاں، ضرور پڑھتا ہوں، فرمایا: تو بس، قرآن ہی آپؐ کا خلق عظیم ہے، آپؐ تمام تر قرآن ہی کی تعلیم کے پیکر ہیں، قرآن نے آپؐ کو تعلیم دی۔ خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاھلین، درگزر کو لازم پکڑو، نیکی کا حکم کرو، اور جاہلوں سے صرف نظر کرو، ایک جگہ فرمایا: ان اللّٰہ یأمر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ، خدا اس بات کا حکم دیتا ہے کہ عزیز و اقارب کے ساتھ انصاف، بھلائی، اور صلہ رحمی کرو، اور تلقین کی: "لوگوں کے بارے میں زیادہ گمان کرنے سے بچو، بعض گمان، گناہ کی حد تک پہنچ جاتے ہیں"۔ "کسی کی ٹوہ میں نہ لگو، اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔"

اس قسم کے اخلاق و آداب کی قرآن میں بے شمار مثالیں ہیں، اور اس تمام تہذیب و تادیب کے اولین مقصود، جناب رسالت مآبؐ ہیں، پھر تمام کائنات کے لئے آپؐ کی ذات گرامی ہدایت اور روشنی کا مینار ہے، اس لئے خود آپؐ نے اپنے بارے میں فرمایا: "میں

محاسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں" اور جب آپ نے مکارم اخلاق کی تکمیل کر دی تو اللہ جل شانہٗ نے فرمایا: "انک لعلیٰ خلق عظیم"

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے کوئی عمدہ نصیحت ایسی نہیں چھوڑی جو ہمیں نہ کی ہو، کوئی عیب اور برائی ایسا نہیں چھوڑا جس کی نشاندہی نہ کر دی ہو، اور جس سے ہمیں ڈرا نہ دیا ہو، تمام نصیحتوں کی جامع، آپ نے ہمیں یہ آیت تلقین کی: ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ ...... آخر تک۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے معاذ! میں تجھے اس بات کی نصیحت اور تلقین کرتا ہوں۔ ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہنا، سچ بات کہنا، وعدہ پورا کرنا، امانت ادا کرنا، کبھی خیانت نہ کرنا، پڑوسی کا خیال رکھنا، یتیموں پر شفقت کرنا، لوگوں سے نرم بات کہنا، ہر ایک کو سلام کرنا، خواہ وہ تمہارا واقف ہو یا نہ ہو، نیک کام کرنا، زیادہ امیدیں نہ باندھنا، ایمان پر مضبوطی سے قائم رہنا، قرآن میں غور و فکر کرنا، آخرت کو محبوب رکھنا، روز محشر کے حساب سے ڈرنا، گناہوں سے بچنا، اور تجھے اس بات سے منع کرتا ہوں کہ کسی حکیم اور دانا کو برا کہنا، سچے کو جھٹلانا، گنہ گار کے پیچھے لگنا، عادل اور نیک دل امیر کی نافرمانی کرنا، خواہ مخواہ فتنہ و فساد پھیلانا، اور اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ ہر حال میں، خلوت ہو یا جلوت، خدا سے ڈرتے رہنا، ہر وقت اپنے گناہوں پہ نادم ہونا اور خدا کے حضور توبہ کی درخواست کرتے رہنا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے پوچھا، وہ حضور اقدس کے حالات اکثر بیان کرتے تھے، اور مجھے ان کے سننے کا بیحد اشتیاق تھا، انہوں نے میرے پوچھنے پر حضور اقدس کا حلیۂ مبارک بیان کیا: حضور کی شخصیت انتہائی وجیہ، اور بلند مرتبہ تھی۔ آپ کا روئے انور چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا، اس کے بعد پورا حلیۂ

شریف بیان کیا، امام حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: مَیں نے بعض وجوہ کی بنا پر اس حدیث کا امام حسینؓ سے ذکر نہیں کیا، ان سے چھپائے رکھا، ایک عرصہ کے بعد ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے اس حدیث کو سُن چکے ہیں، اور صرف یہی نہیں کہ ماموں جان سے یہ حدیث سنی بلکہ والد محترم حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے، حضور اکرم کے مکان پر تشریف لے جانے، باہر تشریف لانے، اور آپ کے طور وطریق کے متعلق بھی معلوم کر چکے تھے۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: مَیں نے اپنے والد، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے حضورؐ کے مکان تشریف لے جانے کے حالات دریافت کئے تو آپ نے فرمایا: حضورؐ مکان میں تشریف رکھنے کے وقت کو تین حصّوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ ایک حصہ خدا کی عبادت میں صرف کرتے دوسرا حصہ گھر والوں کے حقوق اور ضروریات کے لیے اور تیسرا حصہ خاص اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے رکھتے تھے، پھر اپنے حصہ کو دو حصوں میں تقسیم فرما دیتے، ایک حصہ دوسرے لوگوں کے لیے وقف فرماتے۔ اس وقت میں مخصوص صحابۂ کرام آتے، ان خواص کے ذریعہ اہم مضامین، ارشادات اور پیغامات عوام تک پہنچا دیتے، کوئی بات ان لوگوں سے چھپا کر نہ رکھتے۔ امت کے لئے مخصوص، اس حصہ میں آپ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ آنے والوں میں اہل علم وفضل کو ترجیح دیتے، اس وقت کو ان کے علمی و دینی فضل کے اعتبار سے تقسیم فرماتے تھے۔ بعض آنے والے ایک حاجت لے کر آتے، بعض دو حاجتیں لے کر، اور بعض حضرات کئی کئی حاجتیں لے کر حاضر ہوتے، حضورِ اقدس ان کی حاجتیں پوری فرماتے، اور ان کو ایسے امور میں مشغول فرماتے جو خود اُن کی، اور تمام امت کی اصلاح، اور فلاح وبہبود کے لئے کارآمد ہوں، مثلاً دینی امور کے بارے میں، ان کا حضور اکرم سے سوالات کرنا، آپ کا اپنی طرف سے مناسب جواب دینا، اور بہت سے امور کی اطلاع کرنا، اور ان علوم ومعارف کے بیان کے بعد حضور علیہ السلام یہ بھی فرما دیا کرتے: جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان مفید اور کارآمد باتوں

کو ان لوگوں تک پہنچا دیں جو اس وقت یہاں موجود نہیں، یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے، جو لوگ کسی عذر یا شرم کی وجہ سے، مجھ سے اپنی ضرورتیں بیان نہیں کر سکتے، تم لوگ ان کی ضرورتیں مجھ تک پہنچا دیا کرو، اس لئے کہ جو شخص امیر تک کسی ایسے شخص کی ضرورت پہنچائے جو خود نہیں پہنچا سکتا، تو حق تعالےٰ قیامت کے دن اسے ثابت قدم رکھیں گے۔ لہٰذا تم لوگ اس میں مقدور بھر کوشش کیا کرو۔

حضور اقدسؐ کی مجلس میں مفید اور حکیمانہ باتوں ہی کا ذکر ہوتا تھا، اور ایسے ہی امور کو حضورؐ، صحابہ سے بعد خوشی سُنتے تھے۔ اس کے علاوہ فضول اور بے معنیٰ باتیں حضورؐ کی مجلس میں کبھی نہیں ہوتی تھیں، صحابہ حضورِ اقدس کی خدمت میں نصیحت، اور کلمۂ حق کے طالب بن کر حاضر ہوتے تھے۔ وہاں سے حکمت و دانائی کی چاشنی لئے بغیر واپس نہیں جاتے تھے، حضور اقدسؐ کی مجلس سے ہدایت اور خیر کے مشعل اور رہنما بن کر نکلتے تھے" وہ علومِ نبوت کو، حسبِ ارشاد دوسروں تک پہنچاتے تھے۔

امامِ حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے آپؐ کی باہر تشریف آوری کے متعلق دریافت کیا، تو فرمایا: نبی علیہ السلام ضروری امور کے علاوہ، فضول باتوں سے اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے، آنے والوں کی دل جوئی کرتے۔ انہیں اپنے سے مانوس کرتے، خود بھی اپنے آپ کو تکلیف میں پڑنے یا دوسروں کے تکلیف پہنچانے سے محفوظ رکھتے۔ لیکن خود احتیاط رکھتے، اور دوسروں کو احتیاط کی تلقین کرنے کے باوجود خندہ روئی، اور خوش خلقی میں کمی نہیں آنے دیتے تھے، دوستوں کی خبرگیری فرماتے، لوگوں کے حالات اور باہمی معاملات کی تحقیق فرما کر انکی اصلاح فرماتے اچھی بات کی تحسین فرما کر اسکو تقویت مرحمت فرماتے اور بری بات کی برائی ظاہر کر کے اُسے روکتے، آپؐ ہر امر میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرتے، آپؐ کی کسی بات، اور کسی کام میں تلوّن اور جلد بازی نہیں ہوتی تھی کہ کبھی کچھ کہہ دیا، اور کبھی کچھ، کسی مرحلہ پر بھی لوگوں کی اصلاح سے غافل نہیں

ہوتے تھے، مبادا وہ دین سے غافل ہو جائیں یا کسی امر میں غلو اور زیادتی کی وجہ سے اکتا جائیں، ہر کام کے لیئے آپؐ کے یہاں ایک خاص نظام تھا۔ حق بات کہنے اور نافذ کرنے میں نہ کوتاہی برتتے، اور نہ حد سے تجاوز کرتے۔ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونے والے فطرت، اور عادت مزاج کے اعتبار سے بہترین افراد ہوتے تھے۔ آپؐ کے نزدیک سب سے بہتر شخص وہی ہوتا جو سب کی بھلائی کا طلب گار ہو، بڑے رتبے والا وہی جانا جاتا جو مخلوق خدا کی غمگساری، اور مدد میں زیادہ حصّہ لے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مَیں نے حضور اقدسؐ کی مجلس کے حالات دریافت کئے تو ابا جان نے فرمایا: آپؐ کی نشست و برخاست، سب اللہ کے ذکر کے ساتھ ہوتی تھی، کسی جگہ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے، لوگوں کو بھی یہی حکم فرماتے کہ مجلس میں جا کر جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جایا کرو، لوگوں کے سروں کو پھلانگ کر آگے نہ جایا کرو، آپ حاضرین مجلس میں سے ہر ایک کا حق ادا فرماتے، آپؐ کے ہاں بیٹھنے والا ہر شخص یہ سمجھتا کہ حضور اکرمؐ سب سے زیادہ میرا اعزاز فرما رہے ہیں، جو شخص آپؐ کے پاس بیٹھتا یا کسی امر میں آپؐ کی طرف رجوع کرتا، آپؐ اس کے پاس بیٹھے رہتے، یہاں تک کہ وہ خود اُٹھ کر چلا جاتا، اگر آپؐ سے کوئی شخص، کوئی چیز مانگتا، آپؐ اسے مرحمت فرماتے، اگر وہ چیز آپؐ کے پاس نہ ہوتی تو حسن اسلوب سے عذر فرما دیتے۔ آپؐ کی خندہ روئی اور خوش خلقی سب لوگوں کے لئے عام تھی، شفقت و محبت میں آپؐ ساری مخلوق کے لئے باپ کی طرح تھے۔ حقوق میں سب لوگ آپؐ کے نزدیک برابر تھے، آپؐ کی مجلس، علم و حیاء، اور صبر و امانت کا مرقع ہوتی، نہ اس میں شور و شغب ہوتا، اور نہ کسی کی عزت و آبرو کو مجروح کرنے کی کوشش کی جاتی۔ اگر مجلس میں کسی سے کوئی لغزش ہو جاتی تو اسے شہرت نہ دی جاتی، سب لوگ برابر سمجھے جاتے، حسب نسب کی بنا پر کسی ایک کو دوسرے

پر ترجیح نہ دی جاتی۔ ایک کو دوسرے پر فضیلت، صرف تقویٰ اور حسن عمل کی بنا پر ہوتی، ہر شخص کے ساتھ تواضع اور نرمی سے پیش آتے، بڑوں کی تکریم کرتے، چھوٹوں پر شفقت فرماتے، ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے، اجنبی مسافر کی خبر گیری کرتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام، لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور کشادہ ہاتھ تھے، سب سے زیادہ باحوصلہ، سب سے زیادہ راست گو، سب سے زیادہ وعدہ وفا، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے، سب سے بہتر اور معزز گھرانے والے۔ آپ کو جو شخص یکدم دیکھتا، مرعوب ہو جاتا، جو شخص پہچان کر میل جول رکھتا، وہ اخلاقِ کریمہ کو دیکھ کر آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ آپ کا سراپا بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے: میں نے نہ حضور سے پہلے، حضور جیسا جمال و کمال والا انسان دیکھا، اور نہ حضور کے بعد۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام، علم و حکمت کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے، سب سے زیادہ محترم، سب سے زیادہ منصف، سب سے زیادہ حلیم و بردبار، سب سے زیادہ پاک دامن، آپ نے اپنی کنیز اور ازواج کے سوا، کسی عورت کے ہاتھ تک کو نہیں چھوا۔ آپ لوگوں کو سب سے زیادہ نفع اور بھلائی پہنچانے والے، اور لوگوں کی ایذا رسانیوں پر سب سے زیادہ صبر و تحمل کرنے والے تھے۔

خارجہ بن زید بن ثابتؓ کہتے ہیں: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس لوگوں کی ایک جماعت آئی، اور کہنے لگی: اے زید! ہمیں حضور اقدس کی کچھ باتیں سنائیے! زید بولے: میں تمہیں کیا باتیں سناؤں، میں حضور اقدس کا پڑوسی تھا، جب حضورؐ پر وحی آتی تو مجھے بلواتے۔ میں آتا اور وحی لکھ لیتا۔ جب آپ دنیا کا ذکر فرماتے، ہم بھی آپ کے ساتھ دنیا کا ذکر کرنے لگتے۔ اور جب حضورؐ آخرت کا ذکر فرماتے۔ ہم بھی حضورؐ کے ساتھ آخرت کی باتیں کرنے لگتے اور جب کھانے پینے کا ذکر چلتا، تو ہم بھی کھانے پینے کے ذکر میں مشغول ہو جاتے، ہم ہر طرح

کی باتیں، حضور اقدسؐ کے ساتھ کر لیا کرتے تھے۔

بسا اوقات آپ کے بعض ساتھی آپ کے سامنے ہی شعر پڑھنے لگتے، اور جاہلیت کی باتوں کا ذکر سناتے، اور ہنستے، حضورؐ بھی مسکرانے لگتے، حضور اقدس کی عادتِ شریفہ تھی کہ حرام اور ممنوع باتوں کے علاوہ، کسی بات پر ہم کو جھڑکتے نہیں تھے۔

نبی علیہ السلام کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اپنے ساتھیوں میں ہمیشہ خوش رہتے، اور مسکراہٹ آپ کے لبوں پر کھیلتی رہتی، آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھل مل کر رہتے، اور ساتھیوں کی باتوں پر خوش ہوتے، بسا اوقات اس حد تک مسکراتے کہ آپ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگتے آپ کو دیکھ کر آپ کے ساتھی بھی مسکراتے، آپ کی مجلس میں کوئی شخص زور سے نہ ہنستا، صرف مسکراتا، حضور کے احترام، اور پیروی میں، کیوں کہ حضور بھی آواز کے ساتھ نہیں ہنستے تھے۔

ایک بار مجلس میں ایک دیہاتی آیا، صحابہ نے دیکھا کہ اس کے چہرہ پر ناگواری اور کرب کے آثار ہیں، اس دیہاتی نے حضورؐ سے کچھ پوچھنے کا ارادہ کیا، صحابہ نے اسے روک دیا کہ اس وقت حضور انورؐ سے سوال مت کرو، آپ نے فرمایا: اسے بلا کر لاؤ۔ قسم اس ذات کی جس نے مجھے حق دے کر بھیجا۔ میں اس شخص کو اس وقت نہیں جانے دوں گا جب تک اس کے چہرہ پر مسکراہٹ نہ آجائے۔

نبی علیہ السلام بڑی خوش مزاجی کے ساتھ اپنے ساتھیوں سے ملتے، اگر کوئی مجلس سے اٹھ کر چلا جاتا تو اسے بلاتے، اور کبھی کسی سے کہتے: اے میرے بھائی! کاش تجھے، مجھ سے یا میرے دوسرے ساتھیوں، اور بھائیوں سے کچھ فائدہ پہنچے۔ تین روز کوئی مجلس میں نہ آتا تو آپ دوسرے لوگوں سے پوچھتے کہ فلاں شخص کیوں نہیں آیا، جو مجلس میں کسی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہوتا اس کے لئے دعا فرماتے، جو ملنے آتا اس سے ملاقات فرماتے، کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ ساتھیوں کے ساتھ اتنی توجہ اور خندہ پیشانی سے ملتے

کہ ان میں سے ہر ایک یہ سمجھتا کہ حضورؐ، مجھے سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

عمرو بن العاص رضی عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام کی خدمت میں اگر کوئی برے سے برا شخص بھی آتا، تو آپؐ اس سے پوری توجہ اور نرمی سے بات چیت کرتے، اس سے آپؐ کا مقصد یہ ہوتا کہ وہ آپؐ کے خلق عظیم کو دیکھ کر حق کی طرف مائل ہو۔ میرے ساتھ بھی حضور کا یہی معاملہ تھا جب بھی حاضر ہوتا بڑی توجہ، اور محبت سے گفتگو فرماتے۔ میں یہ سمجھنے لگا کہ شاید حضور مجھے سب سے بہتر سمجھتے ہیں، میں نے ایک روز حضور اقدس سے پوچھا: آپؐ مجھے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں یا ابوبکرؓ کو؟ فرمایا: ابوبکر کو، پھر میں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپؐ مجھسے زیادہ محبت کرتے ہیں یا عمرؓ سے؟ آپؐ نے فرمایا: عمر سے، پھر میں نے پوچھا: یا نبی اللہ! میں زیادہ بہتر ہوں یا عثمانؓ؟ آپؐ نے فرمایا: عثمان، اس کے بعد میں نے سوال نہیں کیا، مجلس میں جتنے لوگ حاضر ہوتے آپؐ ان میں سے ہر ایک کی طرف توجہ فرماتے، ہر ایک سے گفتگو کرتے، دوسرے لوگوں کی باتیں بھی غور و فکر سے سنتے، آپؐ کی مجلس، بڑی پاکیزہ اور بڑی مہذب مجلس ہوتی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک روز آپؐ کی مجلس میں ایک شخص آیا، اس نے زرد رنگ کی خوشبو لگا رکھی تھی، آپؐ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جس چیز سے ناگواری محسوس ہوتی اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے، جب وہ شخص اُٹھ کر جانے لگا تو آپؐ نے فرمایا: کاش تم لوگ اس سے کہو اور یہ زرد رنگ دھو ڈالے۔

باجوری کہتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اکثر و بیشتر یہی تھا کہ آپؐ کسی طرف ناگواری کے ساتھ نہیں دیکھتے تھے، اور یہ بات عبداللہ بن عمرو بن العاص کی اس روایت کے منافی نہیں، انہوں نے بیان کیا کہ نبی علیہ السلام نے مجھے دو رنگے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا، تو فرمایا: یہ کافروں کے کپڑے ہیں، انہیں مت پہنو، اور ایک روایت میں ہے کہ انھیں دھو ڈالو، بلکہ جلا ڈالو، شاید جلا دینے کا حکم سخت تنبیہ کے طور پر ہو، اسی باعث بعض علماء نے پیلے رنگ

کی خوشبو میں رنگے ہوئے کپڑے پہننا مردوں کے لئے حرام قرار دیا ہے، جمہور کراہت کے قائل ہیں۔

نبی علیہ السلام، کسی کی طرف ناگواری کے ساتھ نہیں دیکھتے تھے، وعظ و تلقین میں کسی خاص فرد کا نام لے کر کوئی بات نہیں کہتے تھے، بلکہ عمومی انداز میں نصیحت فرماتے۔ اگر کسی شخص کے بارے میں کوئی بری بات آپ کو معلوم ہوتی تو مجلس میں اس کا نام لے کر اسے منع نہیں فرماتے تھے، بلکہ یوں کہتے: لوگوں کو خدا جانے کیا ہوگیا ہے ایسا ایسا کرتے ہیں، اشاروں اور کنایوں میں بری بات سے روک دیتے کسی فرد کا نام نہ لیتے تاکہ اسے بھری مجلس میں شرمندگی نہ ہو۔

اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو جب آپ کہیں حاکم وغیرہ مقرر کر کے بھیجتے تو اس کو یہی نصیحت فرماتے: لوگوں کو اچھی باتیں بتانا، انھیں دین سے نفرت نہ دلانا، ان کے لئے آسانیاں پیدا کرنا، انھیں مصیبت میں نہ ڈالنا، آپ جب اپنے ساتھیوں سے ملتے تو پہلے انھیں سلام کرتے، پھر ان سے مصافحہ ملاتے۔ تنہا کسی سے ملاقات ہوتی تو اس سے بھی مصافحہ کرتے، اور بڑی گرم جوشی سے اس کا ہاتھ، اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے۔

راستہ میں اگر آپ کو کوئی ملتا، وہ بات کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا، تو جب تک وہ آپ سے رخصت ہو کر آگے نہ بڑھتا، آپ اسے چھوڑ کر روانہ نہ ہوتے، ایسے ہی جب کوئی مصافحہ ملاتا تو جب تک وہ اپنا ہاتھ خود نہ کھینچ لیتا، آپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہ چھڑاتے۔ کوئی سرگوشی کے انداز میں بات کرتا تو کان اس کے منہ کے قریب لے جاتے اور جب تک وہ بات ختم نہ کرتا، کان اس کے منہ کے قریب سے نہ ہٹاتے۔

جس سے مصافحہ کرتے، اس کے لئے دعا فرماتے، اپنے ساتھیوں میں سے کسی کے

حق میں، یا کسی دوسرے شخص کے بارے میں کبھی بددعا نہیں فرماتے تھے۔

اپنے ساتھیوں کی کنیت رکھ دیتے، اچھے ناموں کے ساتھ ان کی کنیت تجویز فرماتے اور کنیت کے ساتھ ہی انہیں پکارتے۔ اس سے ان کی دل جوئی بھی مقصود ہوتی، اور اعزاز و اکرام بھی، جن عورتوں کے اولاد ہوتی، ان کی بھی کنیت رکھ لیتے، اور جن کے اولاد نہ ہوتی، ان کی بھی کنیت تجویز فرما دیتے۔ حتیٰ کہ بچوں تک کو کنیت سے پکارتے تاکہ وہ خوش ہوں، جب کہیں راستہ میں بچے ملتے تو ان کو سلام کرتے، اور خندہ پیشانی کے ساتھ ان سے بات چیت کرتے، جب باہر سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے گھر کے بچوں سے ملتے، بچوں، اور گھر والوں سے حد سے زیادہ شفقت و محبت فرماتے۔ جب کوئی شخص، کسی بچہ کو آپؐ کی خدمت میں لاتا تو آپ کوئی کھانے کی چیز اپنے منہ میں چبا کر، اس کے منہ میں ڈالتے، اس کے لئے خیر و برکت کی دعا فرماتے انصار کے گھروں میں تشریف لے جاتے تو ان کے بچوں کو سلام کرتے اور پیار سے ان کے سروں پہ ہاتھ رکھتے۔

یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: کہ نبی علیہ السلام نے میرا نام "یوسف" رکھا تھا، جب میں چھوٹا سا تھا، مجھے اپنی گود میں بٹھایا، اور میرے سر پہ ہاتھ پھیرا، آپ حضرت زینب کے ساتھ دل لگی فرماتے، اور ان کو بار بار "زوینب" کہتے، امام حسن اور امام حسینؓ کو اپنی پیٹھ پر چڑھا لیتے، اور زمین پہ ہاتھ ٹیک کر چلنے لگتے۔ اور ان سے کہتے: تمہارا اونٹ، کیسا اچھا اونٹ ہے! اور تم کیا ہی اچھے سوار ہو۔

ایک روز آپؐ نماز پڑھا رہے تھے، حسینؓ بچے تھے، مسجد میں آگئے، جس وقت حضور سجدہ میں گئے، حضور کی پشت پہ چڑھ گئے آپؐ نے سجدہ لمبا کر دیا یہاں تک کہ حسینؓ اتر گئے، جب نماز سے فارغ ہوئے صحابہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! سجدہ آپؐ نے

بہت طویل کر دیا تھا؟ آپ نے فرمایا: میرا بیٹا، میری پیٹھ پر چڑھ گیا تھا، مَیں نے مناسب نہ سمجھا کہ جلدی کروں۔

جو لوگ اہل علم وفضل ہوتے اور اچھے اخلاق والے ہوتے، آپ ان کی عزت و توقیر کرتے، جو اہل مجد و شرف ہوتے ان پر احسان فرماتے، عزیز و اقارب کی عزت کرتے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے، اقارب میں یہ نہ دیکھتے کہ کون افضل ہے، اور کون نہیں جس کو زیادہ مستحق سمجھتے اس کی زیادہ مدد کرتے۔ بنی ہاشم کی خاص طور پر زیادہ عزت کرتے حضرت عباسؓ کے ساتھ آپ کو حد درجہ الفت ومحبت تھی، آپ ان کی اتنی عزت کرتے تھے جتنی ایک بیٹا باپ کی کرتا ہے۔

جس سے بھی ملتے، سلام میں پہل کرتے، کسی کو رخصت کرتے تو اس دعا کے ساتھ رخصت کرتے استودع اللہ دینک و امانتک وخواتیم عملک۔ اگر آپ نماز پڑھتے ہوئے ہوتے، کوئی آپ کے پاس آکر بیٹھ جاتا تو آپ نماز مختصر کر دیتے، نماز ختم کر کے پوچھتے کہ تمہیں کوئی کام تو نہیں۔؟ اس کی ضرورت سے فارغ ہوتے تو پھر اپنی نماز میں مصروف ہو جاتے، جو بھی ملنے آتا اس کا حد درجہ احترام کرتے، کوئی جاننے والا ہوتا یا انجان اسے بٹھانے کے لئے اپنا کپڑا بچھا دیتے، تکیہ لاکر رکھتے، اگر وہ انکار کرتا تو آپ اصرار کر کے اسے اپنے بستر اور کپڑے پر بٹھاتے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مَیں نے کم و بیش دس برس حضور اقدس کی خدمت کی، اس پورے عرصہ میں آپ نے کبھی اُف تک نہیں کہا، نہ کبھی یہ کہا کہ تو نے ایسا کیوں کیا، اور نہ یہ پوچھا کہ ایسا کیوں نہیں کیا۔؟ انس رضی اللہ عنہ ہی کہتے ہیں: حضورؐ نے دس برس کے عرصہ میں مجھے کسی بات پر ملامت نہیں کی، نہ آپ کے گھر والوں نے کبھی کسی ناگواری کا اظہار کیا۔ خدا کی قسم، رسول اللہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ اخلاق

والے تھے۔

ایک مرتبہ مجھے حضور اقدس ؐ نے کسی کام کے لئے بھیجا، مَیں کاشانۂ نبوت سے باہر نکلا، اور بچوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا، اتنے میں حضورؐ تشریف لے آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ مَیں بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہوں، آپؐ نے میری گُدی پکڑی، مَیں نے ڈر کے مارے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضور انورؐ مسکرا رہے تھے، آپؐ نے فرمایا: اے انس! تو وہاں نہیں گیا جہاں مَیں نے بھیجا تھا۔ مَیں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ابھی جا رہا ہوں۔

انس ہی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ مَیں حضور اقدس کے ساتھ جا رہا تھا، آپؐ نے موٹی نجرانی چادر اوڑھ رکھی تھی، راستہ میں ایک گنوار سا آدمی مِلا، اس نے آپؐ کی چادر کھینچی حضورؐ نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا، اس نے اس زور سے چادر کھینچی، مَیں نے دیکھا کہ حضورؐ کی گردن پر نشان پڑ گیا ہے، اس کے بعد وہ گنوار کہنے لگا: اے محمدؐ! جو مال خدا نے تم کو دیا ہے اس میں سے کچھ مجھے دینے کا حکم کیجئے۔ آپؐ نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا، کچھ نہیں فرمایا، صرف مسکرائے، اور جو کچھ آپؐ کے پاس تھا وہ اس کی نذر کر دیا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی علیہ السلام کبھی کوئی ناشائستہ اور نازیبا بات نہیں کرتے تھے، بازاروں میں اونچی آواز سے بات نہیں کرتے تھے، کوئی آپؐ کے ساتھ برائی کرتا تو اس کا بدلہ برائی کے ساتھ نہیں دیتے تھے، اسے معاف فرما دیتے تھے، توریت میں خدا نے آپؐ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے "نہ بری شکل والا ہے، نہ سخت مزاج ہے اور نہ بازاروں میں اونچی آواز سے بولتا ہے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا، لوگوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اس کی جائے ولادت، مکہ ہے، طابہ (مدینہ) میں ہجرت کرے گا، وہ، اور اس کے ساتھی تہبند باندھتے ہوں گے، اور وضو کرتے ہوں گے" یہی تعریف انجیل میں بھی مذکور ہے۔

اگر آپ کے ساتھ کوئی شخص بدسلوکی کرتا، تب بھی آپ اس کے ساتھ بدسلوکی نہ کرتے معذرت خواہ کوئی ہوتا اس کی معذرت قبول کرتے، کوئی آپ کو تکلیف پہنچاتا تو اس سے درگزر کرتے، اور فرماتے: خدا میرے بھائی موسیٰ پر رحم فرمائے، انھیں اس سے بھی زیادہ تکلیفیں پہنچائی گئیں، مگر انہوں نے صبر کیا، جائز حد تک کوئی کھیل تماشہ دیکھتے تو اسے منع نہ فرماتے: اگر کوئی شخص آپ سے مطالبہ کرتا کہ فلاں کے حق میں بددعا فرمائیں، تو خاموشی اختیار کرتے. کبھی کسی کے حق میں بددعا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اس کی ہدایت اور اصلاح کے لئے دعا فرماتے۔ نبی علیہ السلام نے کبھی اپنے ہاتھ سے کسی عورت، کسی بچہ، یا کسی خادم کو نہیں مارا، اور نہ ہی میدان کارزار کے علاوہ کسی اور شخص پر کبھی ہاتھ اٹھایا۔

انس بن مالکؓ کہتے ہیں: حضور اقدس جب کبھی، کسی خادم پر ناراض ہوتے تو یوں فرماتے: اگر قیامت کے روز مجھے بدلہ کا خوف نہ ہوتا تو میں تجھے اس مسواک سے مارتا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے حضور کو کسی ظالم سے انتقام لیتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ صرف اس صورت میں انتقام لیتے، اگر کوئی اللہ کی قائم کی ہوئی حدود کو توڑتا، تو آپ انتہائی غضبناک ہوتے، جب آپ کو دو باتوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا حکم دیا جاتا تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے، بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو' برائی اور گناہ سے آپ بہت دور رہتے تھے۔ حق کے معاملہ میں قریب اور بعید، کمزور اور توانا، سب آپ کے نزدیک برابر تھے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ایک روز مخرمہ بن نوفل آیا، اس نے بلند آواز میں باتیں شروع کر دیں، جب نبی علیہ السلام نے اس کی آواز سنی تو فرمایا: قبیلہ کا کیا ہی برا آدمی ہے' پھر جب حضورؐ کے پاس آیا تو آپ نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کی، میں نے بعد میں حضور اقدس سے پوچھا: آپ نے پہلے تو اس کے بارے میں اچھی رائے نہیں دی، اور پھر جب بات

کی تو نرمی سے کی۔ اس کی کیا وجہ؟ آپ نے فرمایا: بدترین شخص وہ ہے، جسے لوگ اس کی بدگوئی کے خوف سے چھوڑ دیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس کی سیرت کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: نبی علیہ السلام، نرم مزاج تھے، سب سے میل جول رکھنے والے، نہ بدگو تھے، نہ بدخلق، نہ سخت تھے، نہ اونچی آواز سے باتیں کرتے تھے، دل کی خواہشات سے الگ رہتے تھے، آپ سے امید رکھنے والا مایوس نہ ہوتا تھا، آپ کسی سوالی کو انکار نہیں فرماتے تھے، تین باتوں سے ہمیشہ الگ رہے۔ دکھاوے سے دولت مندی کی خواہش سے، اور غیر ضروری باتوں سے، کبھی کسی کی برائی نہیں کرتے تھے، کسی میں عیب نہیں نکالتے تھے، صرف انہی امور میں گفتگو کرتے جن میں ثواب کی توقع ہوتی۔ جب آپ محوِ تکلم ہوتے تو خاموشی کا یہ عالم ہوتا کہ گو حاضرین کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، اور وہ ہلنے، یا بات کرنے سے ڈرتے ہیں کہ مبادا یہ اڑ نہ جائیں۔ جب تک آپ اپنی بات ختم نہ کر لیتے، حاضرین میں سے کوئی نہ بولتا، جس بات پر حضور مسکراتے، صحابہ بھی مسکراتے اور جس بات کو حضور پسند فرماتے، اسی کو صحابہ بھی پسند فرماتے۔

جو غریب اور نادار لوگ، آپ کی مجلس میں آتے، ان کی بات اور ان کے مسائل آپ زیادہ توجہ سے سنتے۔ دوسروں کی زبان سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں فرماتے تھے۔

نبی علیہ السلام سب سے زیادہ حلیم اور بردبار تھے، اور لوگوں کی خطاؤں سے سب سے زیادہ درگذر کرنے والے۔ ایک بار سونے چاندی کے ہار آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے، آپ نے سب لوگوں میں تقسیم فرما دیئے، ایک گنوار دیہاتی بولا: میرا خیال ہے آپ لوگوں میں انصاف نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا: تجھ پہ ہلاکت و بربادی ہو، اگر میں نے بھی انصاف نہیں کیا تو میرے بعد پھر لوگوں میں کون انصاف کرے گا۔

خیبر کے دن آپ بلال کی چادر میں چاندی، اور روپیہ پیسہ جمع کر رہے تھے، ایک شخص کہنے لگا: یارسول اللہ! انصاف کرنا، آپ نے فرمایا: اگر میں نے بھی انصاف نہ کیا تو پھر کون انصاف کرے گا۔ حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے، اور بولے، میں اس منافق کی گردن نہ ماردوں، یہ منافق ہے۔ آپ نے فرمایا: میں اس بات سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ لوگ یہ کہیں۔ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیا کرتے تھے"۔

ایک بار ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا، لوگ اسے مارنے کے لئے دوڑے، آپ نے فرمایا، ابھی اسے کچھ مت کہو، پہلے پیشاب کرنے دو، جب وہ پیشاب کر چکا تب آپ نے نرمی کے ساتھ اس سے فرمایا: یہ جگہ نماز، اور خدا کی عبادت کیلئے ہے، یہاں پیشاب پاخانہ اور گندگی نہیں ہونی چاہیئے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تنعیم سے، نماز صبح کے وقت اسی آدمی اس ارادہ سے آئے کہ حضور انورؐ کو قتل کر دیں، صحابہ نے انہیں گرفتار کر لیا، آپ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا ان سب کو رہا کر دو۔

امام نوویؒ "تہذیب" میں لکھتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے اخلاق وعادات کی تمام خوبیاں اور کمالات حضور اقدسؐ میں جمع کر دیئے تھے، آپ کو اولین وآخرین کے علم سے نوازا گیا۔ حالانکہ آپ اُمّی تھے لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے، نہ انسانوں میں سے کوئی آپ کا معلم تھا، اس کے باوجود آپ ان علوم سے آراستہ تھے، جن سے ساری کائنات کو نہیں نوازا گیا آپ کو کائنات ارضی کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں، مگر آپ نے دنیاوی مال ومنال کے بدلے ہمیشہ آخرت کو ترجیح دی۔

ازواج مطہرات کے ساتھ رہن سہن

آپ کی گھریلو زندگی بھی انتہائی خوشگوار اور مثالی تھی، گھر میں تشریف لے جاتے

تو ازواجِ مطہرات کے ساتھ انتہائی خوش مزاجی کے پیش آتے۔ گھر میں ہمیشہ مسکراتے رہتے، کسی بات پر ناگواری کا اظہار نہ فرماتے۔ بچوں سے بھی شفقت فرماتے۔ اپنی بیٹی فاطمۃ الزہراؓ کے سر اور ہونٹوں کو بوسہ دیتے۔ ازواجِ مطہرات کے ساتھ اس طرح رہتے، اور ہر ایک کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے گویا وہ وہی آپؐ کی بیوی ہیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب مَیں کسی برتن سے پانی پیتی، تو آپؐ میرے ہاتھ سے برتن لے لیتے، اور بقیہ پانی خود پی لیتے۔ مَیں کھانا کھاتے وقت بوٹی کھاتی ہوئی ہوتی تو جب ہڈی پر تھوڑی سی بوٹی رہ جاتی تو مجھ سے لے لیتے اور اسے کھا لیتے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: مَیں نے ایک روز حضور اقدسؐ کے لئے خاص قسم کا گوشت پکایا، حضرت سودہؓ بھی موجود تھیں، مَیں نے ان سے کہا: لو کھاؤ، انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ مَیں نے کہا: یا تو تم کھا لو، ورنہ مَیں یہ سالن تمہارے منہ پر مل دوں گی، سودہؓ نے نہ کھایا، مَیں نے سالن ہاتھ پر لگایا، اور سودہؓ کے منہ پر مل دیا، میری یہ حرکت دیکھ کر حضور کو ہنسی آگئی۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں! مجھے جتنا رشک خدیجہؓ پر آتا تھا، اتنا رشک کسی پر نہیں آیا، حضور اکثر ان کا ذکر فرماتے، کبھی بکری ذبح ہوتی تو ان کی تمام سہیلیوں کے یہاں گوشت بھجواتے، کبھی کبھار ان کی بہن کے یہاں تشریف لے جاتے۔ ایک بار ایک عورت میرے پاس آئی۔ اس نے بڑے اچھے سوالات کئے، جب واپس چلی گئی تو آپؐ نے فرمایا: یہ عورت خدیجہ کے پاس آیا کرتی تھی، پھر فرمایا: عہد اور قرابت کی پاسداری ایمان کی نشانی ہے۔

قسطلانی کہتے ہیں: نبی علیہ السلام کا اپنی ازواج کے ساتھ یہی حسن سلوک تھا، آپؐ کبھی ان پر دار و گیر نہیں فرماتے تھے، خلافِ طبیعت کوئی بات ہوتی تو اس سے درگذر فرماتے

ہمیشہ سب میں پورا پورا انصاف کیا، اور یہی حال، حلم و بردباری، عفو و درگزر، اور داد و دہش کا اپنے تمام ساتھیوں، غریبوں، مسکینوں، یتیموں، مسافروں، اور مہمانوں کے ساتھ تھا مگر ہاں، اللہ کے احکام اور حدود کے نفاذ میں آپ نرمی، اور چشم پوشی گوارا نہیں کرتے تھے، وہاں تو یہی تھا کہ کسی نے چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا، شراب نوشی کا ارتکاب کیا تو کوڑوں کی سزا دی گئی۔ اور کسی نحیف اور پاکدامن کی عزت و آبرو سے کھیلا تو سنگسار کر دیا گیا۔

امانت اور سچائی

آپ لوگوں میں سب سے زیادہ امین، اور راست گو تھے، قرآن حکیم نے آپ کو "مطاع اور امین" کے لقب سے نوازا، نبوت سے پہلے بھی تمام قریش آپ کے انتہائی مخالف ہونے کے باوجود، آپ کو امین، اور صادق کہتے تھے، آپ کی امانت اور راست گوئی شک و شبہ سے بالا تھی۔ بنار کعبہ کے وقت جب لوگوں میں اختلاف ہوا کہ پہلا پتھر کون رکھے تو آپ نے فیصلہ فرمایا کہ: جو سب سے پہلے داخل ہوگا۔ وہی اولین پتھر رکھنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوگا۔ اگلے روز جب صبح کو اہل قریش اس سعادت کے حصول کے لئے اپنے اپنے گھروں سے نکلے تو کوئی آپ پر سبقت نہ لے جاسکا، سب سے پہلے آپ ہی پہنچے، اور آپ ہی نے بیت اللہ کا پہلا پتھر نصب کیا، یہ خوش بختی نبوت سے پہلے آپ کا نصیبہ بنی۔ تمام لوگ پکار اٹھے: بے شک یہ محمد ہیں، یہ امین ہیں، ہم ان کے فیصلہ پر راضی ہوئے"۔

آپ نے فرمایا: میں آسمانوں میں بھی امین ہوں، اور زمین میں بھی امین ہوں، بعض روایات میں آتا ہے کہ ابوجہل نے حضورؐ سے کہا: میں آپکو نہ جھوٹا سمجھتا ہوں، نہ کسی بات

کو جھٹلاتا ہوں، مگر جو آپ دعوت دیتے ہیں، اس پر ایمان نہیں لاتا۔

اخنس بن شریق، بدر کے موقعہ پر ابو جہل سے ملا اور کہنے لگا: اے سردار! یہاں اس وقت میرے اور تمہارے سوا کوئی نہیں جو ہماری بات سنے، یہ تو بتاؤ کہ محمد سچا ہے یا جھوٹا؟ ابو جہل بولا: خدا کی قسم محمد سچا ہے، اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

شاہ روم، ہرقل نے ابو سفیان سے پوچھا تھا۔ کیا تم نے مجھ پر نبوت کے دعوے سے پہلے کبھی اس پر جھوٹ کی تہمت لگائی تھی؟ ابو سفیان نے جواب میں کہا تھا کبھی نہیں۔

نصر بن حارث نے اہل قریش سے کہا: محمد تم میں ایک نوجوان تھا، تم میں سب سے زیادہ امانت دار، سب سے زیادہ راست گو تھا، تم سب لوگ اسے پسند کرتے تھے، یہاں تک کہ تم نے اسے بڑھاپے کی منزل میں قدم رکھتے دیکھا، اور اس کی وہ دعوت سنی جو اس نے سب لوگوں کو دی، تم لوگوں نے (ابتدا میں) کہا۔ یہ تو جادوگر ہے مگر خدا کی قسم، وہ ہرگز جادوگر نہیں تھا۔

شرم و حیا، اور مزاح

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام، کنواری اور پردہ نشین لڑکیوں سے بھی زیادہ شرم و حیاء کا مرقع تھے، کسی چیز سے ناگواری محسوس فرماتے تو آپ کے چہرہ پر اس کے آثار نمایاں ہو جاتے۔ آپ کی حیا کا یہ عالم تھا کہ کسی چہرہ پر نظریں گاڑ کر گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ اگر اپنی منشا کے خلاف کوئی بات کہنا چاہتے تو اشاروں کنایوں میں کہتے۔ قضائے حاجت کی ضرورت پیش آتی تو لوگوں سے دور کسی میدان وغیرہ میں چلے جاتے، اور اس وقت تک کپڑا اوپر نہ اٹھاتے جب تک زمین پر نہ بیٹھ جاتے۔

جب آرام گاہ میں تشریف لے جاتے تو چادر اوڑھ لیتے، اور سر ڈھانپ لیتے

آپ کے مزاح کی کیفیت یہ تھی کہ آپ اپنی ازواج کے ساتھ، بچوں کے ساتھ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مزاح کے طور پر کوئی بات کرتے تو اس میں جھوٹ کی آمیزش بالکل نہ فرماتے، آپ کا مزاح بھی سچ بات پر مشتمل ہوتا، بچوں کے ساتھ اکثر دل لگی فرماتے، مزاح کرتے وقت بھی آپ کی نظریں نیچی رہتیں۔ آپ بڑے شائستہ انداز میں مزاح فرماتے اور بہت کم فرماتے (یہ نہیں تھا کہ آپ کی مجلس میں ہر وقت مزاح کی باتیں ہوتیں)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام، لطور مزاح مجھے دو کانوں والا، کہا کرتے، کبھی میرے بھائی سے کہتے: اے ابوعمیر، تونے اپنا نغیر کیا کیا۔؟

ابوعیسٰی ترمذی کہتے ہیں کہ: اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی علیہ السلام کبھی کبھار مزاح فرمایا کرتے۔ آپ نے کم سن لڑکے کی بھی کنیت رکھی۔ "ابوعمیر" اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچوں کو کھیلنے کے لئے اگر کوئی پرندہ لے کر دے دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ممانعت صرف اس صورت میں ہے جبکہ اسے خواہ مخواہ پنجرہ میں بند کر دیا جائے، اور اس کے کھانے پینے کا صحیح انتظام نہ ہو۔

اے ابوعمیر! تونے اپنے نغیر کا کیا، کیا؟ یہ حضورؐ نے اس لئے فرمایا کہ انس کے بھائی نے ایک پرندہ، نغیر پال رکھا تھا، وہ مرگیا تھا، انس کے بھائی اس کے مرنے سے مغموم تھے، آپ نے لطور مزاح ایسا فرمایا، نغیر تقریباً چڑیا کے برابر ایک پرندہ ہوتا ہے چونچ اس کی سُرخ ہوتی ہے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں: لوگوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! آپ مزاح فرماتے ہیں۔؟ آپ نے فرمایا: یقیناً، مگر اس میں بھی صرف حق بات کہتا ہوں۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک شخص نے حضورؐ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی

سواری کا جانور عنایت فرما دیجئے۔! آپؐ نے فرمایا: ہم تمہیں ایک اونٹنی کا بچہ دیں گے سائل کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا! (مجھے تو سواری کے لئے چاہیئے) آپؐ نے فرمایا: بندہ خدا ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔

انسؓ ہی کہتے ہیں: ایک شخص جنگل میں رہتے تھے، زاہر بن حرام ان کا نام تھا، جب وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تو جنگل کا کوئی ہدیہ، سبزی، ترکاری وغیرہ آپؐ کے لئے لاتے، جب وہ مدینہ سے واپس ہونے لگتے تو حضرت انہیں شہر کی کوئی سوغات، یا سامان خورد و نوش عطا فرماتے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا: زاہر ہمارا جنگل ہے، اور ہم اس کے شہر ہیں، آپؐ کو ان سے بہت محبت تھی۔ زاہر خاصے بدشکل تھے، ایک بار کسی جگہ کھڑے ہوئے اپنا سامان فروخت کر رہے تھے، آپؐ تشریف لے آئے اور آپؐ نے پیچھے سے آکر اُن کی اس طرح کَولی بھر لی کہ وہ آپؐ کو نہ دیکھ سکے۔ وہ بولے: ارے کون ہے، مجھے چھوڑ دو! لیکن جب کن انکھیوں وغیرہ سے دیکھ کر حضور کو پہچان لیا، تو اپنی کمر پیچھے کر کے حضور کے سینۂ مبارک سے ملنے لگے، آپؐ نے فرمایا: کون شخص ہے جو اس غلام کو خریدے! زاہر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپؐ مجھے بیچیں گے تو کھوٹا پائیں گے، آپؐ نے فرمایا مگر تو اللہ کے نزدیک کھوٹا نہیں ہے۔

ایک بار ایک بوڑھی عورت آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور کہنے لگی: یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرما دیجئے کہ میں جنت میں جاؤں، آپؐ نے فرمایا: بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، وہ بڑھیا روتی ہوئی واپس جانے لگی، آپؐ نے حاضرین سے فرمایا۔ جاؤ اس سے کہہ دو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے والی سب عورتوں کو نوجوان بنا دیں گے۔ قرآن حکیم میں ہے۔ اُنا انشأنٰھن انشاءً فجعلناھن ابکاراً۔ یعنی ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا

ہے، اس طور پر کہ وہ کنواری ہیں۔

تواضع، بیٹھنا، اور کسی چیز پر ٹیک لگانا

نبی علیہ السلام، تواضع اور انکسار میں سب سے بڑھ کر تھے، بہت کم گو تھے، مگر آپ کی کم گوئی کبر کی وجہ سے نہ تھی، جب بات کرتے تو بہت مختصر کرتے۔ بہت خوب رُو تھے، دنیا کے کسی بڑے سے بڑے کام سے بھی نہیں گھبراتے تھے۔ آپ اس حد تک بھی تواضع اور انکسار سے کام نہیں لیتے تھے کہ دوسرا آدمی حقیر سمجھنے لگے۔

عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ میری تعریف میں ایسا مبالغہ مت کرو، جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا تھا، میں خدا کا ایک بندہ ہوں، مجھے خدا کا بندہ، اور رسول ہی کہو۔

آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ کوئی آزاد، غلام، کنیز یا فقیر و مسکین ملتا تو اس کے پاس کھڑے ہو جاتے اور اس سے پوچھتے کہ تمہیں کوئی تکلیف اور ضرورت تو نہیں؟ کبھی کسی کنیز، یا فقیر، مسکین کی حاجت روائی سے روگردانی نہیں فرماتے تھے، کثرت سے اللہ کو یاد کرتے، بے معنی باتوں میں نہ پڑتے، لمبی نماز پڑھتے، اور مختصر خطبہ دیتے، غلاموں، ضرورت مندوں، اور غریبوں کے ساتھ چلنے میں کبھی عار محسوس نہیں کرتے تھے اور ان سے اس وقت تک جدا نہیں ہوتے تھے جب تک ان کی ضرورت پوری نہ کر دیں۔

مدینہ کی کنیزوں، یا عام لڑکیوں میں سے کوئی لڑکی، اپنی ضرورت کے لئے حضور کا ہاتھ پکڑ کر جہاں لے جانا چاہتی لے جاتی، آپ اس کی ضرورت پوری فرماتے، انس کہتے ہیں: حضور کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی، میرا ایک کام ہے، آپ نے فرمایا شہر کی جس گلی اور جس راستہ میں چاہے بیٹھ جا، اور اپنی ضرورت بیان کر، میں تیرے ساتھ بیٹھونگا

اور تیری بات سنوں گا۔

نبی علیہ السلام جب صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے، اور فرماتے: کیا تم میں کوئی مریض ہے کہ میں اس کی عیادت کروں، اگر لوگ کہتے۔ نہیں، تو آپ دریافت فرماتے: کوئی جنازہ تو نہیں آیا۔ جس میں، میں شریک ہوں، اگر جواب ملتا۔ نہیں، تو فرماتے: اگر تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو بیان کرے۔ آپ زمین پر بیٹھتے، زمین پر بیٹھ کر ہی کھانا تناول فرماتے، اگر کوئی غلام، جَو کی روٹی کھانے کے لئے بھی آپ کو مدعو کرتا، تو آپ اس کی دعوت نہ ٹھکراتے۔ غریب اور بے سہارا لوگ بیمار پڑتے تو آپ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے، اور بہ نفس نفیس ان کا کام کاج کرتے امیر اور غریب جو بھی بلاتا، اس کے گھر تشریف لے جاتے۔ کبھی کسی کو حقیر نہ سمجھتے، ولیمہ کی دعوت کبھی رد نہ فرماتے، اور ہمیشہ مسلمانوں کے جنازے میں شریک ہوتے۔ کمزور، بیمار اور فاقہ مست لوگوں کے پاس خود جاتے، اور ان کی ضرورتیں پوری کرتے۔ ان کے بیماروں کی تیمارداری کرتے، اور ان کے جنازوں میں شریک ہوتے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام مریضوں کی عیادت فرماتے تھے جنازوں میں شرکت کرتے تھے، گدھے پر سوار ہو جاتے تھے، غلاموں کی دعوت قبول کر لیتے تھے، بنی قریظہ کی لڑائی کے دن آپ ایک گدھے پر سوار تھے، جس کی لگام کھجور کے پٹھوں کی تھی اور اس کی کاٹھی بھی تھی۔

انس ہی کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے ایک بوسیدہ، اور پھٹے پرانے پالان پر حج کیا، اس پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا، جو چار درہم کا بھی معلوم نہیں ہوتا تھا، آپ یہ دعا مانگ رہے تھے: اے اللہ! اس حج کو ایسا حج بنانا جس میں نہ ریا اور دکھاوا ہو، اور نہ شہرت۔

آپ کو گھر سے دور جانا ہوتا تو جو سواری میسّر ہوتی اسی پر سوار ہو جاتے، کبھی گھوڑے

پر سوار ہوئے، کبھی اونٹ پر، کبھی خچر پر، اور کبھی گدھے پر، اور اگر کوئی بھی سواری نہ ملتی تو پیدل ہی تشریف لے جاتے۔ بعض دفعہ آپ کے جسم مبارک پر نہ چادر ہوتی اور نہ ٹوپی ہوتی، بالکل سادہ طریقہ سے مریضوں کی عیادت کے لئے، مدینہ کے دور دراز علاقہ میں تشریف لے جاتے۔ کبھی آپ گدھے پر بغیر زین رکھے ہی سوار ہو جاتے۔ ایسے ہی گھوڑے پر کبھی زین رکھ کر سوار ہوتے اور کبھی ننگی پیٹھ پر سوار ہو جاتے۔ عید کی نماز کے لئے پیدل ہی جاتے اور پیدل ہی واپس تشریف لاتے۔ جب پیدل چلتے تو عام طور پر کوئی چھڑی یا عصا لیکر چلتے۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمارے پاس نبی علیہ السلام تشریف لائے، آپ نہ کسی عمدہ گھوڑے پر سوار تھے، اور نہ کسی خچر پر، آپ جب سواری پر سوار ہوتے تو اپنے پیچھے کبھی کسی غلام کو بٹھا لیتے، اور کبھی کسی عام آدمی کو، کبھی ایسا ہوتا آپ خود درمیان میں ہو جاتے، اور ایک آدمی پیچھے بٹھا لیتے، اور ایک آدمی آگے۔ جب آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو بنی عبد المطلب کے بچوں نے آپ کا استقبال کیا، آپ نے ایک بچہ کو اپنے آگے بٹھایا، اور ایک کو پیچھے۔

قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ نبی علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے، جب آپ نے واپسی کا ارادہ کیا تو سعد آپ کے لئے ایک گدھا لے کر آئے، تاکہ آپ اس پر سوار ہو کر جا سکیں، اس گدھے پر ایک چادر پڑی ہوئی تھی۔ آپ اس پر سوار ہو گئے، سعد نے پوچھا: اے قیس! کیا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی سوار ہوا تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا: سوار ہو جا، میں نے انکار کیا، آپ نے فرمایا: یا تو سوار ہو جا، یا واپس چلا جا! پس میں واپس چلا گیا، ایک روایت میں ہے، آپ نے فرمایا: میرے آگے سوار ہو جا، سواری والا اس پر سوار ہونے کا زیادہ حقدار ہے۔

نبی علیہ السلام سفر میں تھے، آپ نے اپنے ساتھیوں کو ایک بکری بنانے کا حکم

دیا، ایک شخص بولا: یارسول! اس کا ذبح کرنا میرے ذمہ ہے، دوسرے نے کہا: اس کی کھال میں اتاروں گا، تیسرا بولا: اس کا پکانا میرے ذمہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: لکڑیاں جمع کر کے میں لاؤں گا، سب ساتھی کہنے لگے: یارسول اللہ! سب کاموں کے لئے ہم لوگ کافی ہیں، آپؐ کس لئے تکلیف فرماتے ہیں۔؟ آپؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے، مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ سب کام کر دو گے، لیکن میں یہ بات نامناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے آپ کو تم لوگوں سے ممتاز کروں، اللہ تعالےٰ ایسے شخص کو پسند نہیں فرماتے جو اپنے آپ کو اپنے دوسرے ساتھیوں سے ممتاز اور بلند سمجھے۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نجاشی بادشاہ کا ایک وفد حضور کی خدمت میں آیا آپؐ خود ان کی خاطر تواضع میں مصروف ہو گئے، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں حکم دیجئے، اس خدمت کے لئے ہم کافی ہیں، آپؐ نے فرمایا: انہوں نے ہمارے لوگوں کا اعزاز و اکرام کیا تھا، میں پسند کرتا ہوں کہ بذاتِ خود ان کی مہمان داری اور تواضع کروں۔

ایک بار ہوازن کے قیدیوں میں آپؐ کی رضاعی بہن بھی آئی، آپؐ نے اسے پہچان لیا، اس کا اتنا اعزاز کیا کہ اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور فرمایا: میرا دل چاہتا ہے کہ اگر تو پسند کرے تو میرے پاس ٹھہر جا، میں پوری طرح تیری دل جوئی اور عزت کروں گا اور اگر چاہے تو اپنے قبیلہ میں واپس چلی جا، اس نے اپنے قبیلہ میں جانے کو ترجیح دی، آپؐ نے اسے بہت سے ہدیے تحفے دیکر رخصت کر دیا۔

ابوالطفیلؓ کہتے ہیں: میں چھوٹا سا تھا، میں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام کے پاس ایک عورت آئی، وہ آپؐ کے قریب آ گئی، آپؐ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی، نبی علیہ السلام کی طرف سے اس عورت کا یہ اعزاز و اکرام دیکھا، تو میں نے اپنے ساتھیوں

سے پوچھا: یہ عورت کون ہے؟ ساتھیوں نے بتایا: یہ حضور اقدس کی رضاعی ماں ہے

عمر ابن سائب کہتے ہیں: ایک روز نبی علیہ السلام تشریف فرما تھے، آپؐ کے رضاعی باپ آ گئے، آپؐ نے ان کے لئے اپنی چادر کا کچھ حصہ بچھایا، وہ اس پہ بیٹھ گئے، اس کے بعد رضاعی ماں بھی آ گئیں، ان کے لئے آپؐ نے اس چادر کا دوسرا پلو بچھا دیا، وہ اس پر بیٹھ گئیں، پھر آپؐ کے رضاعی بھائی آ گئے، آپؐ انھیں خوش آمدید کہنے کے لئے کھڑے ہوئے اور انہیں اپنے سامنے بٹھایا۔

ابولہب کی کنیز، ثویبہ نے اگرچہ آپؐ کو چند روز دودھ پلایا تھا، مگر آپؐ اس کے ساتھ صلہ رحمی کرتے، اور ہدیہ میں کپڑے اور مختلف سامان اُسے بھجواتے رہتے۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو آپؐ نے پوچھا: کیا اس کا کوئی عزیز و قریب بھی ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں، اس نے اپنا کوئی قرابت دار نہیں چھوڑا۔

آپؐ ہمیشہ غریب اور ضرورت مند مسلمانوں کی حاجت براری فرماتے، آپؐ کی خدمت میں غلام اور کنیزیں رہتیں، مگر آپؐ کبھی ان سے اچھا کھانا نہیں کھاتے پیتے تھے، آپؐ اپنے ملازم کے ساتھ کھانا کھاتے، اور غریبوں اور مسکینوں میں بیٹھتے۔ ان کی ضروریات کی کفالت کرتے، اپنے کپڑے اگر پھٹ جاتے تو خود سی لیتے، جوتا ٹوٹ جاتا تو خود گانٹھ لیتے۔ گھر کے کام کاج میں ازواج مطہرات کا ہاتھ بٹاتے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: حضور گھر میں کیا کام کاج کرتے تھے؟ آپؓ نے جواب دیا: ایک عام آدمی اپنے گھر میں جو کام کرتا ہے، کپڑے سی لینا، جوتا ٹھیک کر لینا، بکری کا دودھ دوہ لینا، اور اپنے کام خود کرنا، بس یہی کچھ حضور بھی کرتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام، انتہائی بلند حوصلہ تھے، آپؐ جب گھر میں تشریف لاتے تو عام لوگوں کی طرح کام کاج میں مصروف ہو جاتے۔ اکثر کپڑے وغیرہ

خود ہی سی لیتے، گھر کی چیزوں کو خود اٹھاتے رکھتے، گوشت کاٹتے، خادم کی مدد فرماتے۔ گھر سے باہر جاتے تو گدھے پر سوار ہو کر چلے جاتے، اپنے جوتے خود ہی گانٹھ لیتے۔ قمیص میں پیوند لگا لیتے۔ چادر پھٹ جاتی تو اسے سی لیتے۔ اور فرمایا کرتے: جو میرے طریقہ سے روگردانی کرے، وہ مجھ سے نہیں۔ اپنے اونٹ خود چرا لیتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے۔ آٹا خود گوندھ لیتے۔ بازار سے گھر کا سودا سلف خود اٹھا کر لے آتے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ایک روز نبی علیہ السلام کے ساتھ بازار گیا، آپ نے ایک پاجامہ خریدا، اور خود لے کر چل دیئے، میں لپکا تاکہ آپؐ سے پاجامہ لے لوں، آپ نے فرمایا: چیز کا مالک اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اسے اٹھا کر چلے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صحابہ کو نبی علیہ السلام سے زیادہ محبوب کوئی شخص نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود جب آپ تشریف لاتے تو صحابہ کھڑے نہ ہوتے کیونکہ حضورؐ اس بات سے ناراض ہوتے تھے کہ کوئی شخص انھیں دیکھ کر کھڑا ہو۔

خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور اقدس اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار معلوم ہوتے، آپؐ کی مجلس وقار، تمکنت، حلم وحیا، اور صبر وسکون کا بہترین نمونہ ہوتی۔ آپؐ کی مجلس میں اونچی آواز سے بات کی جاتی، اور نہ کوئی غیر سنجیدہ گفتگو ہوتی۔ سب لوگ تقویٰ اور طہارت کا نمونہ ہوتے، ایک دوسرے کیلئے نرم ہوتے، بڑوں کی عزت و توقیر کرتے، اور چھوٹوں سے شفقت ومحبت کی جاتی، غریبوں اور ضرورت مندوں کی حاجت براری کرتے۔ ہر ایک دوسرے کو نیکی اور بھلائی کی تلقین کرتا۔

نبی علیہ السلام کا طریقہ تھا کہ اپنے ساتھیوں میں، سب کے ساتھ گھل مل کر بیٹھتے کبھی ممتاز جگہ پر نہ بیٹھتے، کوئی انجان آتا تو پہچان نہ سکتا، لوگوں سے پوچھتا حضور اقدس کون سے ہیں، صحابہ آپؐ سے کہتے کہ مجلس میں آپ کے بیٹھنے کے لئے کوئی اونچی جگہ بنا

دی جائے تاکہ کوئی ناواقف آئے تو پہچان لے، لیکن آپ نے کبھی اس بات کو پسند نہ فرمایا۔
جب مجلس میں بیٹھتے تو صحابہ آپ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے، صحابہ کی آپ سے عقیدت
و محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ تھوکنے لگتے تو سب اپنے اپنے ہاتھ پھیلا دیتے۔ آپ کا تھوک
اپنی ہتھیلیوں پر لے لیتے، اسے اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتے، اس وقت یہ عالم ہوتا گویا
ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔ آپ کے پاس گفتگو کرتے تو پست آواز سے کرتے،
آپ سے گفتگو کرتے تو عظمت، و محبت کے باعث، نظر سے نظر ملا کر گفتگو نہ کرتے۔
آپ ہمیشہ اپنے ساتھیوں کو پند و نصیحت سے نوازتے۔

قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے دیکھا کہ حضور اقدس مسجد میں اس طرح
زمین میں ٹک کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ دونوں رانیں پیٹ سے لگی ہوئی ہیں اور ہاتھ پنڈلیوں
پر رکھے ہوئے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک شخص نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر
ہوا۔ آپ کی ہیبت سے اس پر کپکپی طاری ہو گئی، آپ نے اس سے فرمایا: اپنے ہوش و
حواس بجا رکھ، میں کوئی بادشاہ نہیں، میں تو قبیلہ قریش کی ایک عام عورت کا بیٹا ہوں،
اس کے بعد اس شخص نے اپنی حاجت بیان کی، نبی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور آپ نے
فرمایا: اے لوگو! مجھے خدا کی طرف سے یہ ہدایت کی گئی ہے کہ تم لوگوں کو عجز و انکسار کی
تلقین کروں، آگاہ ہو جاؤ، کہ تم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ اتنی نرمی اور انکسار کے ساتھ
پیش آؤ کہ کوئی کسی پر ممتاز نہ رہے، کوئی کسی پر فخر نہ کرے، اور تم سب اللہ کے لئے آپس
میں بھائی بھائی بن جاؤ۔

نبی علیہ السلام جب صبح کی نماز پڑھ چکتے تو صحابہ کے ساتھ بیٹھ جاتے، اس وقت تک
نہ اٹھتے جب تک سورج پوری طرح طلوع نہ ہو جاتا، مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ دعا

مانگتے: اے اللہ، تو پاک ہے، ہم تیری ہی تعریف کرتے ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تجھی سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں، اور تیرے ہی روبرو توبہ کی درخواست کرتے ہیں، اور فرماتے: کہ جو شخص مجلس سے اٹھتے وقت یہ دعا مانگے گا، اس مجلس میں اس سے جو معمولی گناہ اور لغزشیں ہوئی ہوں گی، خدا انہیں معاف کر دے گا۔ آپ جب مجلس سے اٹھتے تو دس سے پندرہ مرتبہ تک یہ دعا پڑھتے۔

جابر بن ثمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ مسجد میں بائیں ہاتھ سے تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے ایک بار فرمایا: میں تم کو بڑے گناہ نہ بتاؤں۔؟ صحابہ نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، اس کے بعد آپ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، اور فرمایا: نیز جھوٹی گواہی دینا، آپ بار بار انھیں تین گناہوں کو گنواتے رہے، یہاں تک کہ ہم لوگ کہنے لگے: کاش آپ سکوت فرمائیں۔

جود وکرم، اور عزم وہمت

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام سے جب بھی کسی چیز کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے اس کے جواب میں نہیں، نہیں فرمایا، جب کوئی چیز مانگی گئی آپ نے وہ عنایت فرمائی، بسا اوقات ایسا ہوتا آپ سے ایک چیز کا سوال کیا جاتا، آپ کو اس چیز کی زیادہ ضرورت ہوتی، مگر آپ سوال کرنے والے کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے، اور وہ چیز اسے عطا فرما دیتے۔ آپ سے جس کام کے بارہ میں کہا جاتا، آپ اسے کر گزرتے، اور اگر ارادہ نہ ہوتا تو خاموشی اختیار فرماتے، مگر "نہیں" کسی کے جواب میں نہیں فرماتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور اقدس جود و کرم میں سب سے بڑھ کر تھے، خاص طور پر رمضان میں تو آپ کا جود و کرم تیز چلنے والی ہواؤں کی طرح ہوتا، جب ماہِ رمضان قریب الختم ہوتا تو حضرت جبریل تشریف لاتے اور آپ سے قرآن حکیم کا دور کرتے۔

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک شخص نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا: مجھے کچھ عطا کیجئے۔! آپ نے فرمایا: اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے، آپ نے فرمایا: تو کچھ انتظار کر، اگر میرے پاس کوئی چیز آئی تو میں تجھے دیدوں گا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ نے طاقت سے بڑھ کر کسی کو کسی عمل کی تکلیف نہیں دی، حضورؐ نے میری یہ بات ناپسند فرمائی۔

نبی علیہ السلام کے پاس جب بھی غنیمت، زکوٰۃ، یا خراج وغیرہ کا سامان، یا روپیہ پیسہ آتا تو نہ اس پر رات گزرتی، اور نہ دوپہر، یعنی اگر صبح سویرے آتا تو دوپہر سے پہلے آپ اسے تقسیم فرما دیتے، اور اگر دن ڈھلے آتا تو رات آنے سے پہلے، مستحق لوگوں میں بانٹ دیتے، لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ درہم و دینار نے کبھی آپ کے یہاں رات نہیں گزاری، اگر کبھی کوئی چیز بچ گئی، اس کا لینے والا کوئی موجود نہ ہوا تو آپ اس وقت تک مسجد سے اپنے حجرۂ مبارک میں تشریف نہیں لے گئے۔ جب تک وہ بھی کسی ضرورت مند کو نہیں دے دی

آپکی داد و دہش کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا مجھے کچھ عطا کیجئے آپنے بکریوں کا اتنا بڑا ریوڑ دیا جس سے دو پہاڑوں کے درمیان گھاٹی بھر جائے، وہ بہت خوش ہوا، اپنے قبیلہ میں جا کر کہنے لگا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، تو لوگوں کو اتنا دیتے ہیں کہ سوال کرنے والے کو تنگ دستی کا خوف تک باقی نہیں رہتا، بہت سے لوگوں کو آپ نے سو سو اونٹ دیئے ہیں، جاؤ، تم بھی محمدؐ کے پاس جاؤ! اور اس پر ایمان لے آؤ۔

آپ نے صفوان نامی ایک شخص کو تین مرتبہ، سو سو اونٹ عنایت فرمائے۔ ورقہ بن

نوفل نے آپؐ کے بارے میں کہا تھا: آپ غریبوں اور تنگدستوں کی مدد کرتے، اور ان کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اور جب آپؐ پر پہلی وحی آئی تھی، تو خدیجہ نے سن کر کہا تھا: اے محمدؐ! تمہیں خوش خبری ہو، خدا تم کو کبھی نادم و پشیماں نہیں کرے گا، آپ عزیز و اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں، غریبوں، اور تنگدستوں کی مدد کرتے، اور ان کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ مہمانوں کی مدارات کرتے ہیں، نیکی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون کرتے ہیں۔

جب نبی علیہ السلام غزوہ حنین سے لوٹے تو ایک دیہاتی آیا، اور آپ سے سوال کرنے لگا، اس نے آپ پر اتنا تقاضا کیا کہ آپ ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہونے پر مجبور ہو گئے، اُس گستاخ نے آپؐ کی چادر اچک لی، آپؐ ٹھہر گئے، اور آپؐ نے فرمایا: میری چادر مجھے واپس کر دے، اگر میرے پاس اس درخت اور جھاڑ کے پتوں کے برابر بھی چیزیں ہوں گی تو میں وہ بھی لوگوں میں تقسیم کر دوں گا، تم لوگ مجھے بخیل نہ پاؤ گے، نہ جھوٹا، اور نہ بزدِل۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: حضور اقدس ہدیہ قبول فرماتے، اور اس کے لئے دعائے خیر کرتے، ایک مرتبہ، ایک عورت آپؐ کے لئے چادر لائی، اور کہنے لگی: میں یہ چادر آپؐ کو اُوڑھاؤں گی، آپؐ نے اس کی چادر قبول فرمالی، اس وقت آپؐ کو چادر کی ضرورت بھی تھی، آپؐ نے فوراً اوڑھ بھی لی، صحابہ میں سے ایک شخص نے آپؐ کو وہ چادر اوڑھے ہوئے دیکھا، اور کہنے لگا: یارسول اللہ! یہ چادر کس قدر خوبصورت ہے، آپؐ مجھے عنایت کر دیجئے! آپؐ نے اسی وقت وہ چادر اتار کر اس صحابی کو نذر کر دی، جب مجلس برخواست ہوئی تو دوسرے ساتھیوں نے اسے بہت ملامت کی، اور کہنے لگے: تو نے یہ اچھا نہیں کیا، جب تو نے دیکھ لیا تھا کہ آپؐ نے اسے قبول کیا، اور ضرورت کی بنا پر فوراً ہی اوڑھ لیا، اور تو یہ بھی جانتا تھا کہ حضورؐ کبھی کسی کو انکار نہیں فرماتے تھے، ان تمام باتوں کا علم ہونے کے باوجود تو نے حضورؐ سے یہ چادر مانگ کر کوئی اچھی بات نہیں کی۔

آپ کی ہمت اور جواں مردی کی یہ کیفیت تھی کہ آپ سب لوگوں پر غالب رہتے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے غزوۂ بدر کے دن حضورؐ کو دیکھا، کہ دشمن کے سب زیادہ قریب تھے، ہم لوگ حضور کی پناہ ڈھونڈ رہے تھے اور اس کوشش میں تھے کہ میدانِ کارزار میں آپؐ سے قریب رہیں، اور آپؐ اس روز سب سے زیادہ نڈر اور بے خوف تھے۔
حضرت علیؓ ہی کا بیان ہے کہ: بدر کے دن جب لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی اور لوگ ایک دوسرے سے بھڑ گئے تو دشمن کے سب سے زیادہ قریب حضور اقدس تھے، اور ہم حضورؐ کے قریب رہنے کو زیادہ محفوظ سمجھ رہے تھے۔

آپؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ کم گفتگو فرماتے، جب لوگوں کو جہاد کا حکم فرماتے تو خود سب سے پہلے جہاد کے لئے تیار ہو جاتے۔ اور جب میدانِ کارزار گرم ہوتا تو سب سے آگے، اور دشمن کے سب سے زیادہ قریب ہوتے۔

عمر بن حصینؓ کہتے ہیں: لڑائی میں جب دشمن کا کوئی دستہ آگے نہ بڑھتا، تو سب سے پہلے حضور اقدس اس سے برسرِ پیکار ہوتے، اگر کبھی مشرکین آپؐ کو گھیر لیتے تو آپؐ اپنی سواری سے اتر جاتے۔ اور جوش میں فرماتے: میں خدا کا نبی ہوں، اس میں جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

ایک شخص نے براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم لوگ غزوہ حنین کے موقع پر حضور کو تنہا چھوڑ کر بھاگ آئے تھے۔ براء نے جواب دیا: ہاں ایسا ہی ہوا تھا، مگر حضور اقدس اپنی جگہ سے نہیں ہلے تھے، بات یہ تھی کہ ہوازن کے لوگ بڑے تیر انداز تھے، جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ ادھر ادھر ہو گئے۔ لیکن جوں ہی ہم مالِ اکٹھا کرنے لگے، انہوں نے اچانک ہم پر تیروں کی بارش کر دی، اس وقت ہم نے حضور کو دیکھا کہ آپؐ اپنے سفید خچر پر سوار تھے، ابوسفیان بن الحارث لگام پکڑے ہوئے تھے، اور آپؐ

بلند آواز سے یہ کہہ رہے تھے۔ مَیں خدا کا نبی ہوں، اس میں کوئی جھوٹ نہیں ، مَیں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، اس روز آپ خطرات اور مشکلات کے باوجود سب سے زیادہ بہادر اور جرأتمند تھے

حضرت عباس رضی اللہ عنہ غزوہ احد کا واقعہ بیان کرتے ہیں: جب غزوہ احد میں مسلمانوں کو عارضی شکست کا سامنا ہوا، اور بدنظمی کا شکار ہوئے، اس وقت حضورؐ کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنے خچر کو ایڑ لگائی، اور دوڑاتے ہوئے مشرکوں کے قریب لے گئے، مَیں اس خوف کی وجہ سے حضور کو کافروں کے قریب جانے سے روک رہا تھا کہ کہیں جلد بازی، اور اس افراتفری میں آپ کی ذاتِ اقدس کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ ادھر سے ابی بن خلف آپ پر وار کرنا چاہتا تھا۔ ابی بن خلف نے میدان بدر میں حضور کو یہ دھمکی دی تھی کہ میرے پاس برق رفتار گھوڑا ہے، مَیں اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کروں گا، اس کے جواب میں آپ نے یہ فرمایا تھا کہ: اگر خدا نے چاہا تو مَیں تجھے قتل کروں گا، چنانچہ غزوۂ احد میں اس پر آپ کی نظر پڑی تو صحابہ اس کی طرف لپکے مگر حضور نے فرمایا: تم لوگ پیچھے ہٹ جاؤ، اور میرا راستہ چھوڑ دو، آپ بجلی کی طرح لپکے اور اور اس کی گردن میں ایک تیر پیوست کر دیا، شدت کرب سے وہ گر گر پڑتا تھا، اپنے ساتھیوں سے کہتا تھا: مجھے محمد نے قتل کیا ہے۔ ورنہ اگر لوگوں کی ایک جماعت بھی میرے مقابل ہوتی تو مَیں ان سے نمٹ لیتا۔ جب لڑائی بند ہوئی اور کفار مکہ کی طرف لوٹے تو اثنائے راستہ میں مر گیا۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں: ایک رات مدینہ میں کچھ آوازیں سنائی دیں، لوگ سمجھے کہ دشمنوں نے اچانک حملہ کر دیا ہے، اس احساس سے لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ حضورِ اقدس کو خبر ہوئی تو تنہا ابوطلحہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکل آئے اور جدھر سے آوازیں آ رہی تھیں ادھر چل دیئے، آپ نے گلے میں تلوار ڈال رکھی تھی، اور گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے، کوئی زین وغیرہ نہ تھی۔

۶

عبادت، نماز، روزہ، اور تلاوتِ قرآن

نماز

نبی علیہ السلام فرماتے ہیں: مَیں تم لوگوں کی نسبت سب سے زیادہ اللہ کو پہچانتا ہوں، اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں،

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر تم لوگ وہی کچھ جان لو جو مَیں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو، اور بہت زیادہ روؤ، ایک روایت میں ہے، آپؐ نے فرمایا: مَیں جو کچھ دیکھتا ہوں، اگر تم بھی وہی کچھ دیکھ لو تو کم ہنسو، اور زیادہ روؤ، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ آپؐ کیا دیکھتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: مَیں جنت کی نعمتیں اور بہاریں بھی دیکھتا ہوں، اور بسا اوقات دوزخ کی ہولناکیاں بھی میرے سامنے ہوتی ہیں۔

ابوہریرہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نماز پڑھتے، یہاں تک کہ کھڑے کھڑے آپؐ کے قدموں پہ ورم آجاتی۔ یہ کیفیت دیکھ کر صحابہ نے آپؐ سے عرض کی: یارسول اللہ! آپؐ عبادت میں اتنی مشقت اٹھاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا مَیں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہا، جب سونے کا وقت ہوا تو مَیں تکیہ کی چوڑائی میں سر رکھ کر لیٹ گیا

اور حضور لمبائی میں سر رکھ کر سو گئے، کم و بیش آدھی رات گزری ہوگی کہ حضور بیدار ہو گئے آپؐ نے آنکھوں سے نیند پونچھی، پھر سورہ آلِ عمران کے آخری رکوع کی دس آیتیں تلاوت کیں، پانی کا مشکیزہ لٹکا ہوا تھا، اس میں سے پانی لے کر سکون و اطمینان سے وضو کیا، اس کے بعد نماز کی نیت باندھ لی، مَیں بھی وضو کر کے آپؐ کے برابر (بائیں جانب) کھڑا ہو گیا، آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھ کر میرا کان مروڑا، ایک روایت میں یوں ہے کہ: میرا کان پکڑ کر مجھے اپنے دائیں جانب کر لیا (تاکہ مقتدی سنت کے مطابق امام کے دائیں جانب کھڑا ہو جائے) پھر آپؐ نے چھ مرتبہ دو دو رکعتیں پڑھیں، گویا بارہ رکعتیں ادا کیں، پھر وتر پڑھ کر لیٹ گئے، یہاں تک کہ موذن نے آکر جگایا، آپؐ اٹھے، ہلکی سی دو رکعتیں ادا کیں اور صبح کی نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور اقدس، رمضان المبارک میں تہجد کی کتنی رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: حضورؐ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اول چار رکعت پڑھتے تھے، یہ نہ پوچھو کہ وہ کتنی طویل ہوتی تھیں، اور آپ کس عمدگی اور ذوق و شوق سے پڑھتے تھے! اسی طرح پھر چار رکعتیں پڑھتے تھے، ان کے بھی طول اور حسن کا نہ پوچھ، پھر تین رکعتیں پڑھتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کہتی ہیں، مَیں نے حضورِ اقدس سے پوچھا: آپؐ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک رات مَیں نے حضورِ اقدس کے ساتھ نماز پڑھی، حضور نے نماز شروع فرما کر یہ دعا پڑھی۔ اللہ اکبر ذوالملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ (اللہ جل شانہٗ کی ذات و الاصفات سب سے برتر ہے، وہ ایسی ذات ہے جو بڑی بادشاہت والی، بڑے غلبے والی اور بڑی بزرگی والی ہے) پھر آپؐ

نے سورۂ بقرہ تلاوت کی، پھر رکوع کیا، رکوع بھی تقریباً اتنا ہی طویل تھا جتنا قیام، رکوع میں آپ سبحان ربی العظیم، سبحان ربی العظیم پڑھتے رہے، پھر رکوع سے اٹھے اور تقریباً اتنی دیر کھڑے رہے جتنی دیر رکوع میں رہے تھے، اس قیام کی حالت میں لربی الحمد لربی الحمد فرماتے رہے، پھر سجدہ میں چلے گئے، اور سجدہ بھی اتنا ہی طویل تھا جتنا رکوع کے بعد کا قیام، سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ، سبحان ربی الاعلیٰ فرماتے رہے، پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے، یہ بیٹھنا بھی اتنا ہی تھا، جتنا سجدہ، اس دوران حضور رب اغفرلی، رب اغفرلی فرماتے رہے۔ حضور نے اس نماز میں سورہ بقر، سورہ آل عمران، سورہ نساء، سورہ مائدہ یا سورۂ انعام پڑھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: حضور اقدس کبھی رات کی نماز (تہجد کی نماز) نہیں چھوڑتے تھے، اگر طبیعت ناساز یا سست ہوتی تو بیٹھ کر پڑھ لیتے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: حضور، طلوعِ آفتاب کے بعد ہلکی سی دو رکعتیں پڑھتے، حضرت عائشہ کہتی ہیں: حضور صبح کی دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے، خواہ سفر میں ہوں یا گھر پر، صحت مند ہوں، یا بیمار۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے حضور کی آٹھ رکعتیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔ دو رکعتیں ظہر سے پہلے، اور دو بعد میں، دو رکعتیں مغرب کے بعد، اور دو رکعتیں عشاء کے بعد، ابن عمر کہتے ہیں: مجھے میری بہن حفصہ نے حضور کی صبح کی دو رکعتوں کی بھی خبر دی ہے، مگر میں نے آپ کو یہ دو رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا۔

معاذہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا: کیا حضور چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا: کم سے کم چار رکعت پڑھا کرتے تھے، اور اس سے زائد جتنا دل چاہتا، پڑھ لیتے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام چاشت کی نماز کبھی اس اہتمام سے پڑھتے کہ ہم لوگ یہ سمجھتے کہ اب کبھی نہیں چھوڑیں گے، اور کبھی یوں چھوڑتے کہ ہمارا خیال ہوتا کہ اب کبھی نہیں پڑھیں گے۔

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام ہمیشہ زوال کے وقت چار رکعتیں پڑھتے تھے، میں نے عرض کیا: حضور! زوال کے وقت، آپ ان چار رکعتوں کا بڑا اہتمام فرماتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ؟ حضور نے فرمایا: زوال کے وقت سے ظہر کی نماز تک آسمانوں کے دروازے کھلے رہتے ہیں، میرا دل چاہتا ہے کہ اس نیک گھڑی میں میرا کوئی اچھا عمل آسمان پر پہنچ جائے۔ میں نے پوچھا: کیا اس نماز کی ہر رکعت میں قرات کی جائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا: کیا ان میں دو رکعت پر سلام پھیرا جائے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، چاروں رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھی جائیں۔

ام ہانی رضی اللہ عنہ کہتی ہیں: نبی علیہ السلام فتح مکہ کے روز میرے گھر تشریف لائے آپ نے غسل فرمایا، اور آٹھ رکعت نماز ادا کی، میں نے حضور کو کبھی اتنی ہلکی پھلکی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا، مگر ہاں، یہ ضرور تھا کہ رکوع، سجود پورے طور پر ادا کئے۔ کسی رکن میں کمی نہیں کی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو بہت مختصر نماز پڑھاتے، اور جب تنہا نماز ادا فرماتے تو بہت طویل نماز پڑھتے۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضور سے پوچھا: نفل نماز مسجد میں پڑھنی زیادہ بہتر ہے یا گھر میں؟ حضور نے فرمایا۔ تم دیکھتے ہو میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے، لیکن اس کے باوجود میں زیادہ پسند کرتا ہوں کہ نفل نمازیں مسجد کے بجائے اپنے گھر میں ادا کروں، البتہ فرض نمازیں مسجد میں پڑھنا ضروری ہیں۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور کو جب، کوئی رنج پیش آتا تو آپ نماز پڑھتے، ایسے ہی جب کسی جگہ ٹھہرتے تو پہلے نماز پڑھتے پھر دوسرے کاموں میں مصروف ہوتے آپؐ اس بات کو بہت پسند فرماتے تھے کہ مہاجرین اور انصار، نماز میں آپؐ سے ملاقات کریں، یعنی سب لوگ مسجد میں جمع ہوں، اور ایک ساتھ جماعت میں نماز ادا کریں۔

جب آپؐ نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور پھر فرماتے: اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام۔

روزہ

عبداللہ بن شقیقؓ کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضور کے روزے رکھنے کے بارے میں پوچھا، انہوں نے بتایا کبھی حضور مسلسل روزے رکھتے اور ہمارا خیال ہوتا کہ شائد اس ماہ افطار نہیں کریں گے، اور کبھی اس طرح مسلسل افطار کرتے کہ ہم سمجھتے کہ شائد اب دوبارہ حضور روزے نہیں رکھیں گے۔ لیکن مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سے، آپؐ نے رمضان کے علاوہ، کسی دوسرے مہینے کے پورے اور مسلسل روزے نہیں رکھے۔

حضرت انسؓ سے، کسی نے حضور اقدس کے روزوں کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا: عادتِ شریفہ مختلف تھی، کسی مہینہ میں اس کثرت سے روزے رکھتے کہ یہ خیال ہوتا کہ اس ماہ میں افطار کا ارادہ نہیں ہے، اور کسی ماہ میں اس طرح مسلسل افطار فرماتے کہ یہ خیال گزرتا کہ اس ماہ میں آپ کا روزہ رکھنے کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ آپؐ کی کیفیت یہ تھی کہ اگر تم رات کو سوتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی دیکھ لو، اور اگر نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی دیکھ سکو۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام ہر مہینہ کے ابتدائی تین روز، روزہ

رکھتے تھے۔ اور جمعہ کے روز بہت کم ایسا ہوتا کہ آپؐ روزہ نہ رکھتے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بندہ کے اعمال پیر کے روز یا جمعرات کے روز پیش کئے جائیں گے، اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزہ سے ہوں۔ ابوہریرہؓ ہی کہتے ہیں کہ: آپؐ پیر اور جمعرات کو کثرت سے روزہ رکھتے۔

معاذہؓ کہتی ہیں کہ: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے پوچھا۔ حضور ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے کہا، رکھتے تھے، میں نے پھر پوچھا کہ مہینہ کے کن ایام میں رکھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: اس کا اہتمام نہیں تھا، جب موقعہ ہوتا تھا رکھ لیتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور اقدس ایام بیض کے روزے نہ سفر میں چھوڑتے تھے نہ حضر میں، ہر مہینہ کی تیرھویں، چودھویں، اور پندرھویں تاریخ ایام بیض کہلاتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کہتی ہیں: زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ قریش رکھا کرتے تھے۔ ہجرت سے پہلے حضور بھی رکھ لیا کرتے تھے، اور امت کو بھی حکم فرماتے، مگر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کے روزہ کی فرضیت منسوخ ہوگئی جس کا دل چاہے رکھے اور جس کا دل چاہے نہ رکھے۔

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام یہ بات پسند فرماتے تھے کہ روزہ تازہ کھجور سے افطار کریں، تازہ کھجور نہ ہوتی تو باسی کھجور ہی سے افطار فرما لیتے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: حضور اقدس نویں ذی الحجہ کو روزہ رکھتے تھے، یوم عاشورا کا بھی روزہ رکھتے تھے، اور ہر مہینہ میں کم سے کم تین دن روزہ رکھتے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: حضور اقدس کھجور سے روزہ افطار کرنا پسند فرماتے، تین کھجوروں سے روزہ افطار کرتے، اور کسی ایسی چیز سے روزہ افطار نہ کرتے جو

آگ پر پکی ہو۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور جب کسی دوسرے کے گھر روزہ افطار کرتے تو یہ دعا دیتے۔ خدا کرے کہ روزہ دار تیرے یہاں یونہی روزے افطار کیا کریں (تجھے ان کی میزبانی کا شرف حاصل ہو) اور فرشتے تیرے لئے دعائے خیر کریں۔

حضور اقدس، روزہ افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اللّٰھم لک صمت وعلی رزقک افطرت۔ اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا، اور اب تیرے رزق سے ہی افطار کر رہا ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ، اور حضرت ام سلمہ سے پوچھا گیا، حضور کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کون سا تھا۔؟ دونوں نے کہا، جس کی پابندی کی جائے، اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

تلاوت وقراءت

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک رات میں نے حضور اقدس کے ساتھ گزاری، آپؐ نے مسواک کی، وضو کیا، اس کے بعد کھڑے ہو کر نماز پڑھی، میں بھی آپؐ کے ساتھ کھڑا ہو گیا، آپؐ نے سورہ بقرہ سے تلاوت کی ابتدا کی، جب کسی ایسی آیت پر پہنچتے جس میں رحمت ورأفت کا ذکر ہوتا، تو آپؐ اللہ سے اس کا سوال فرماتے۔ کسی ایسی آیت پر پہنچتے جس میں قہر وعذاب کا بیان ہوتا تو اس سے خدا کی پناہ مانگتے۔ قیام کے بقدر رکوع فرمایا۔ اور اس میں کہا۔ سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاءِ والعظمۃ، پھر رکوع کے بقدر سجدہ کیا، اور سجدہ میں کہا۔ سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاءِ والعظمۃ، اس کے بعد سورۂ آل عمران پڑھی پھر اسی طرح

دوسری سورتیں تلاوت کیں۔

یعلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مَیں نے ام المؤمنین ام سلمہ سے حضور کی قرأت کی کیفیت پوچھی، انہوں نے ایک ایک حرف الگ الگ کر کے صاف صاف کیفیت بتائی۔

قتادہ نے، انس سے حضور کی قرأت کی کیفیت پوچھی تو انہوں نے جواب دیا: حضور مد والے حروف کھینچ کر پڑھتے تھے۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں: حضور اقدس تلاوت میں ہر آیت کو الگ الگ کر کے اس طرح پڑھتے کہ۔ الحمد للہ رب العالمین پہ ٹھہرتے پھر الرحمٰن الرحیم پر وقف کرتے پھر ملٰک یوم الدین پر وقف کرتے۔

عبداللہ بن قیسؓ کہتے ہیں: مَیں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور کی تلاوت کے بارے میں پوچھا کہ آپ آہستہ آواز سے تلاوت فرماتے تھے یا اونچی آواز سے، انہوں نے جواب دیا: آپ کبھی آہستہ تلاوت فرماتے، اور کبھی بلند آواز سے، مَیں نے کہا: الحمد للہ، ہر امر میں کس قدر گنجائش رکھدی ہے، جس کا جیسے دل چاہے تلاوت کرے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں رات کو اپنے بستر پر حضور کے پڑھنے کی آواز سنتی تھی، عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں: مَیں نے فتح مکہ کے روز حضور کو دیکھا، آپ اونٹنی پر سوار ہیں، اور یہ آیت تلاوت کر رہے ہیں۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر، اس حدیث کے راوی، معاویہ بن قرہ کہتے ہیں اگر مجھے لوگوں کے جمع ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو مَیں اسی آواز اور لہجہ میں پڑھ کر سناتا۔

قتادہ کہتے: خدا نے آپ کو حسنِ صورت کے ساتھ، آواز کے حسن سے بھی نوازا تھا، مگر قرآن حکیم کی تلاوت گا کر نہیں فرماتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور کی آواز تلاوت کے وقت اتنی بلند ہوتی کہ اگر آپؐ حجرہ میں پڑھتے ہوئے ہوتے تو صحن والے سُن سکتے تھے۔ ازواج مطہرات کے حجروں سے آگے آپؐ کی تلاوت کی آواز نہیں جاتی تھی۔ عائشہ صدیقہ کہتی ہیں: تین راتوں سے کم میں آپؐ قرآن ختم نہیں فرماتے تھے، اور جب قرآن ختم فرماتے تو تمام اہل وعیال کو جمع فرماتے اور دعا کرتے، جب قرآن ختم ہوتا تو قرآن کی ابتدائی پانچ آیتیں بھی تلاوت کرتے اور اس کے بعد دعا فرماتے۔

---

(۷)

مختلف حالات و واقعات

قاضی عیاض، اپنی کتاب "الشفا" میں لکھتے ہیں: جب حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپؐ مختون تھے، پیدائش کے وقت بچوں کے ساتھ جو آلائش لگی ہوتی ہے، آپؐ اس سے پاک وصاف تھے۔ خود آپؐ کی والدہ محترمہ، حضرت آمنہ بیان کرتی ہیں کہ: حضور اقدس صاف ستھرے پیدا ہوئے، اور آپؐ کے ساتھ کوئی نجاست اور گندگی نہیں تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ ایک روز حضور اقدس محوِ خواب تھے، میں نے آپؐ کے خراٹوں کی آواز سنی، آپؐ بیدار ہوئے، اور وضو کئے بغیر نماز پڑھی، عکرمہؓ کہتے ہیں: یہ اس لئے تھا کہ حضور، حدث سے پاک اور محفوظ تھے، آپؐ جب قضائے حاجت فرماتے تو زمین شق ہو جاتی، اور آپؐ کا پیشاب پاخانہ نگل لیتی، اور اس جگہ سے ایک قسم کی خوشبو آنے لگتی۔

عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں: حضور اقدس قضائے حاجت فرماتے، اور ہم وہاں کچھ بھی نہ دیکھتے۔ ایک روز آپؐ نے عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا: اے عائشہ! کیا تو یہ بات جانتی ہے کہ انبیاء کے جسم سے جو فضلہ وغیرہ خارج ہوتا ہے، زمین اسے نگل لیتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کہتے ہیں: حضور کی رحلت کے بعد، جب میں غسل دینے لگا تو آپؐ کے جسم مبارک سے کوئی چیز نہیں نکلی، بلکہ جسمِ اطہر سے خوشبو آ رہی تھی جب

رحلت کے بعد، جبین مبارک کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بوسہ دیا تو یہی کہا: میں نے ایسی خوشبو کہیں نہیں پائی۔

غزوہ احد میں جب آپ کو زخم آئے تو مالک بن سنان نے فرطِ عقیدت میں آپ کا خون چاٹ لیا، آپ نے ان سے فرمایا: اب تجھے آگ نہیں چھو سکے گی، ایک عورت نے آپ کا پیشاب پی لیا تھا، آپ نے اس سے فرمایا: تجھے اب کبھی پیٹ کی بیماری نہیں ہو گی۔

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے جسمِ مبارک سے کوئی چیز، ناپاک نہیں نکلتی تھی، کیونکہ جس نے آپ کا خون چاٹا، یا پیشاب پیا، ان میں کسی کو منہ پاک کرنے یا قے کرنے کا حکم نہیں فرمایا۔

انس کے مکان میں ایک کنواں تھا، ایک مرتبہ آپ نے اسمیں تھوک دیا، تو اس کے پانی کا یہ حال ہوا کہ پورے مدینہ میں اس کنوئیں سے زیادہ میٹھا پانی کسی کنوئیں کا نہیں تھا۔

عمیرہ بنت مسعود اور ان کی چار بہنیں، بیعت کے ارادہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، انہوں نے دیکھا کہ آپ گوشت کی بوٹیاں کھا رہے ہیں۔ آپ نے اپنے چبائے ہوئے گوشت میں سے کچھ گوشت ان کو بھی دے دیا، ان میں سے ہر ایک نے تھوڑا تھوڑا کھا لیا، اس کی ایسی برکت ہوئی کہ مرتے دم تک ان سب بہنوں کے منہ سے ایسی خوشبو آتی رہی جیسی روزہ دار کے منہ سے آتی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض کہتی ہیں: حضور اقدس کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ چیز جھوٹ تھا، اگر گھر والوں میں سے کسی کے بارے میں آپ کو علم ہوتا کہ اس نے تھوڑی بہت بھی غلط بیانی کی ہے، تو آپ سخت ناراض ہوتے، اور اس سے اس وقت تک گفتگو نہ فرماتے جب تک وہ توبہ نہ کر لیتا۔

اگر آپ کسی کا برا نام سنتے تو اسے تبدیل فرما دیتے، اور کوئی اچھا نام تجویز فرما دیتے۔ حضورؐ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ کسی چیز سے نیک فال تو لے لیتے تھے، مگر بدفال نہیں لیتے تھے۔

لوگوں کو نکاح کی ترغیب دیتے اور تجرد کی زندگی سے منع فرماتے تھے۔ ہر مسلمان بچہ کی ختنہ کا حکم دیتے، جو شخص اسلام لاتا، اسے بھی ختنہ کے لئے فرماتے، حتیٰ کہ اگر ستر یا اسی سال کا بوڑھا بھی ہوتا تو اس کو بھی یہی حکم فرماتے۔

اگر کوئی شخص بیمار ہوتا تو ہر تیسرے روز اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دینے کی تلقین کرتے۔ کیونکہ اس سے باہمی ربط اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ صدقہ خیرات کی ترغیب دلاتے، اور سوال کرنے سے منع فرماتے۔ مسلمانوں کے اہم امور پیش آتے تو حضرت ابوبکرؓ کے یہاں رات بسر کرتے، رات بھر جاگتے رہتے اور ابوبکرؓ سے مشورہ فرماتے رہتے۔

آپؐ خرید و فروخت فرماتے، اپنی اشیاء، ضرورت کے وقت رہن رکھتے۔ اپنی خدمات کے صلہ میں خدیجہؓ سے معاوضہ حاصل کیا، لوگوں کی ضمانت بھی دی، اور پوری حیاتِ طیبہ میں اسّی سے زیادہ مرتبہ قسم کھائی، تین جگہ خدا نے آپؐ کو قسم کھانے کا حکم دیا۔ قرآن حکیم میں ہے: قُلْ اِیْ وَرَبِّیْ، قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ، اور قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ، کبھی آپؐ نے اپنی قسم میں استثنا کر دیا، کبھی کفارہ ادا کر دیا، اور کبھی قسم پوری کر دی۔

بے جا مدح و تعریف سے منع فرمایا، ارشاد ہے: تعریف میں مبالغہ کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دو۔

جب آپؐ سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جاتے، وہاں دو نفل نماز ادا کرتے پھر حضرت فاطمہؓ کے گھر جاتے، اس کے بعد اپنے گھر والوں کے پاس آتے۔ آپؐ کی عادتِ

مبارکہ یہ بھی کہ رات گئے گھر والوں کو آکر نہیں جگاتے تھے، دن میں سفر سے واپس ہوتے یا سرِ شام، جب جہاد کے لئے نکلتے تو عام طور پر جمعرات کے روز روانہ ہوتے، لشکر کو رخصت کرتے وقت یہ دعا پڑھتے: استودع اللہ دینکم و امانتکم، وخواتیم اعمالکم جہاد کے لئے کوئی لشکر روانہ ہوتا تو اسے دن کے ابتدائی حصہ میں رخصت کرتے، جب کسی کو امیر بنا کر بھیجتے تو فرماتے: خطبہ مختصر دینا، گفتگو کم کرنا، کیونکہ کلام میں جادو ہوتا ہے۔ میدانِ جنگ میں، دوپہر کے وقت دشمن پر حملہ کرنا زیادہ پسند کرتے تھے، اور لڑائی کے وقت شور و شغب بالکل پسند نہیں فرماتے تھے۔

عید کی نماز کے لئے جس راستہ سے تشریف لے جاتے، اس راستہ سے واپس نہ آتے واپسی کے لئے دوسرا راستہ اختیار فرماتے۔

جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو سر جھکا لیتے، اگر صحابہ مجلس میں موجود ہوتے تو وہ بھی سر بزانو ہو کر بیٹھ جاتے۔ جب رمضان کا مہینہ آتا تو داد و دہش میں اضافہ فرما دیتے۔ ہر سوالی آپ کے دربار سے اپنا دامن بھر کر جاتا۔ رمضان میں اتنی کثرت سے عبادت کرتے کہ آپ کا رنگ پھیکا پڑ جاتا، آخری عشرہ میں پوری پوری رات جاگتے۔ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے۔

۸

عمر شریف، وصال، میراث
خواب میں دیدارِ مبارک

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی علیہ السلام مکہ میں تیرہ برس (نبوت کے بعد) قیام پذیر رہے، وہیں آپ پر وحی نازل ہوئی، دس سال مدینہ میں رہے۔ اور جب آپ کی رحلت ہوئی، اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ: حضور علیہ السلام نے ساٹھ سال سے کچھ زیادہ عمر میں رحلت فرمائی، عائشہ صدیقہ رض کہتی ہیں: جب حضورِ اقدس اس دنیا سے تشریف لے گئے، اس وقت ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ حضرت معاویہؓ نے ایک مرتبہ خطبہ میں بیان کیا: کہ جس وقت حضور اقدس کی رحلت ہوئی تو ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ پھر حضرت ابوبکر کی وفات بھی تریسٹھ برس کی عمر میں ہوئی، اسی طرح حضرت عمر فاروق کا وصال بھی تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا اور اب میری عمر بھی تریسٹھ سال ہے۔

حضرت معاویہ کی وفات تقریباً اسی سال کی عمر میں ہوئی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب مجھے حضورِ اقدس کا آخری دیدار نصیب ہوا، وہ وہ وقت تھا جب حضور نے مرض الوفات میں، پیر کے روز صبح کی نماز کے وقت

دولت کدہ کا پردہ اٹھایا تاکہ اپنے جاں نثاروں کی نماز کا معائنہ فرمائیں، اس وقت آپ کا روئے انور، صفائی اور چمک میں مصحف کا ورق معلوم ہو رہا تھا، لوگ صدیق اکبر کی اقتدا میں نمازِ صبح ادا کر رہے تھے۔ لوگ آپ کو دیکھ کر بے چین ہو گئے اور قریب تھا کہ پیچھے ہٹ جائیں، اس خیال سے کہ آپ تشریف لا کر امامت فرمائیں، مگر، حضور نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو۔ اسی روز آپ کا وصال ہو گیا۔

عائشہ صدیقہ رضہ کہتی ہیں: وصال کے وقت میں نے حضور کو اپنی گود میں سہارا دے رکھا تھا، آپ نے پیشاب کے لئے طشت منگایا، پیشاب سے فارغ ہوئے، اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: وصال کے وقت حضور اقدس کے قریب ایک پیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا، اس میں حضور بار بار ہاتھ ڈالتے تھے۔ اور ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیرتے تھے۔ اس وقت آپ یہ دعا فرما رہے تھے: اے اللہ! موت کی تکالیف پر میری مدد فرما۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کہتیں: حضور اقدس کی شدت تکلیف کے بعد، اب مجھے کسی شخص کے مرض الموت میں تکلیف نہ ہونے پر رشک نہیں ہوتا۔

عائشہ صدیقہ رضہ کہتی ہیں: حضور کی رحلت کے بعد، آپ کی تدفین کے بارے میں صحابہ کا اختلاف ہوا، کسی نے مسجد نبوی کو پسند کیا، کسی نے جنت البقیع کی رائے دی، اور کسی نے جدِ امجد حضرت ابراہیم کے مدفن میں تدفین کا خیال ظاہر کیا، حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے فرمایا: میں نے حضور سے ایک بات سنی ہے، جو میں کبھی نہیں بھول سکتا، حضور نے فرمایا تھا: انبیاء کا وصال اسی جگہ ہوتا ہے جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتے ہوں، اس لئے آپ کو آپ کے وصال ہی کی جگہ دفن کرنا چاہیئے۔

عائشہ صدیقہ اور ابن عباس کہتے ہیں: جب حضور کی رحلت ہو گئی تو ابو بکر نے آپ

کے روئے انور کو بوسہ دیا۔

عائشہ صدیقہ رضؓ کہتی ہیں: آپؐ کا وصال پیر کے روز ہوا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب حضور اقدس، مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کا ذرہ ذرہ آپؐ کے نور سے تاباں ہو گیا، اور جس روز آپؐ کی رحلت ہوئی تو یہ حال ہوا کہ ابھی ہم نے قبر مبارک کی مٹی ہاتھوں سے جھٹکی نہیں تھی کہ مدینہ کی ہر چیز ہمیں تاریکی میں ڈوبی ہوئی معلوم ہوئی۔ ہم آپؐ کی تدفین میں مصروف تھے، مگر ہمارے دل یہ ماننے کے لئے آمادہ نہ تھے کہ آپؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

امام باقر کہتے ہیں: حضور اقدس کا وصال پیر کے روز ہوا، منگل کی رات، اور منگل کا دن انتظام اور سوچ بچار میں گزرا، بدھ کی شب میں حضور کو قبر شریف میں اتارا گیا۔

سالم بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور پر مرض الموت میں بار بار غشی طاری ہوتی تھی، جب بھی افاقہ ہوتا، زبان مبارک سے یہ نکلتا۔ نماز کا وقت ہو گیا یا نہیں، اگر معلوم ہوتا کہ نماز کا وقت ہو گیا تو کمزوری کی وجہ سے خود تو مسجد میں تشریف نہ لے جا سکتے ارشادِ عالی ہوتا، بلال سے کہو نماز کی تیاری کریں اور اذان دیں، اور صدیق اکبر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، آپؐ نے کئی بار ایسا ہی فرمایا، حضرت عائشہ صدیقہ نے درخواست کی کہ میرے باپ ابو بکر بہت نرم دل ہیں، وہ حضور کی خالی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں گے تو رونے لگیں گے، ان سے یہ صدمہ شاید برداشت نہ ہو، آپؐ کسی اور سے فرما دیجئے کہ وہ نماز پڑھائے۔ اسی طرح کئی بار عائشہ صدیقہ کے سوال و جواب پر حضور نے اظہارِ ناگواری کے ساتھ فرمایا: تم یوسف علیہ السلام کے قصہ والی عورتیں بننا چاہتی ہو؟ جاؤ۔ ابو بکر سے کہہ دو کہ وہی نماز پڑھائیں۔! بالآخر ابو بکر نے نماز پڑھائی، دورانِ مرض ایک مرتبہ حضور کو کچھ افاقہ محسوس ہوا تو فرمایا دیکھو، کوئی سہارا دے کر مسجد تک لے جانے والا ہے؟ اس

ارشاد پر دو شخصوں نے حضور کا دستِ مبارک تھاما، اور سہارا دے کر مسجد تک لے گئے حضرت ابوبکر نے حضور کو آتا دیکھ کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کی تو حضور نے اشارہ سے منع فرمایا، اور صدیق اکبر نے پوری نماز پڑھائی۔ دوشنبہ کے روز حضور کا وصال ہو گیا۔ حضور کی رحلت سے صحابہ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، حضرت عمرؓ جیسے باہمت آدمی برداشت نہ کر سکے، برہنہ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے، اور کہنے لگے: خدا کی قسم اگر کوئی شخص یہ کہے گا کہ حضور کا وصال ہو گیا، مَیں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ بعض صحابہ نے مجھ (سالم) سے کہا۔ حضور کے ساتھی ابوبکر کو بلا کر لاؤ۔ مَیں خستہ حال روتا ہوا ابوبکر کے پاس پہنچا، وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، میری اضطرابی کیفیت دیکھ کر پوچھنے لگے: کیا حضور اقدس اس دنیا سے تشریف لے گئے، مَیں نے حضور کے وصال کی خبر دی، اور یہ بھی بتایا کہ حضرت عمر یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے گا کہ حضور کا وصال ہو گیا مَیں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ ابوبکر صدیق میرے ساتھ آئے مجمع کو ہٹا کر حضور اقدس کے پاس تشریف لے گئے۔ روئے انور دیکھا، پیشانی کو بوسہ دیا، اور یہ آیت پڑھی۔ انک میت وانھم میتون۔ اے محمد! بے شک تم وفات پانے والے ہو، اور وہ سب دشمن بھی مرنے والے ہیں۔ صحابہ نے ابوبکر سے پوچھا: کیا حضور کا وصال ہو گیا؟ ابوبکر نے کہا: بے شک حضور دار البقا کی طرف تشریف لے گئے۔ اس وقت صحابہ کو یقین ہو گیا۔ پھر انہوں نے ابوبکر سے بہت سی دوسری باتیں دریافت کیں، سب سے پہلے نمازِ جنازہ کے متعلق پوچھا کہ حضور کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ ابوبکر نے کہا، پڑھی جائے گی، صحابہ نے پوچھا، کیسے پڑھیں؟ آپ نے کہا: ایک جماعت حجرۂ مبارکہ میں اندر چلی جائے، اور بلا جماعت نماز پڑھ کر چلی آئے۔ اسی طرح سب لوگ نماز پڑھیں۔ پھر صحابہ نے پوچھا: حضور اکرم کہاں دفن کئے جائیں۔؟ آپ نے کہا: جہاں حضور کا وصال ہوا ہے، وہیں قبر شریف بنائی جائے گی، اس لئے کہ حق تعالیٰ نے آپ کا وصال اس جگہ فرمایا ہے جو

جگہ آپؐ کو زیادہ پسند تھی۔ صحابہ کو ہر ہر بات پر یقین آتا رہا، پھر ابوبکر نے اہل بیعت، اور آپؐ کے قریبی عزیزوں کو تجہیز و تکفین کا حکم دیا، مہاجرین آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا ہونا چاہیئے۔ کسی نے کہا۔ اپنے انصاری بھائیوں کو بھی مشورے میں شریک کرنا ضروری ہے۔ انصار سے بھی رائے لی گئی۔ انہوں نے کہا۔ ایک امیر ہم میں سے ہو جائے اور ایک مہاجرین میں سے، حضرت عمر نے کہا: کون شخص ایسا ہے جس میں ایسی تین فضیلتیں ہوں (جیسی ابوبکر میں ہیں)۔ اول حضور کے ساتھ اتحاد وارتباط، اور تنہائی کے وقت ساتھ دینا جس کو خدا نے ثانی اثنین اذ ہما فی الغار، سے تعبیر کیا، دوسرے خدا نے ان کو رسول خدا کا ساتھی اور رفیق فرمایا، تیسرے حضور نے ابوبکر کو اپنے ساتھ ملا کر فرمایا: اللہ معنا۔ کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اب تم ہی بتاؤ وہ دو کون تھے، جن کا اس آیت میں ذکر ہو رہا ہے! اس کے بعد حضرت عمر نے بیعت کے لئے ہاتھ پھیلایا، اور ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی، حضرت عمر کی بیعت کے بعد تمام مہاجرین و انصار نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بالاتفاق بیعت کی، اور آپؓ کو خلیفۂ رسول تسلیم کیا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب حضور اقدس مرض الوفات میں، سکراتِ موت کی تکلیف برداشت فرما رہے تھے، تو بے اختیار حضرت فاطمہؓ کی زبان سے نکلا، ہائے میرے ابا کی تکلیف، حضور اقدس نے فرمایا: آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی تکلیف نہیں آئے گی، بے شک آج تیرے باپ پر وہ اٹل چیز (موت) اتری ہے جو قیامت تک ٹلنے والی نہیں ہے۔

ایک روایت میں ہے، نبی علیہ السلام نے رحلت کے وقت حضرت جبریلؑ سے فرمایا: میرے بعد میری امت کا کیا ہوگا؟ اللہ نے جبریل علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنا دو کہ۔ میں آپؐ کی امت کو رسوا نہیں کروں گا، قیامت

کے دن صور پھونکے جانے کے بعد جب لوگ ہوش میں آئیں گے تو سب سے پہلے آپ کی امت ہوش میں آئے گی، اور جب تمام امتیں جمع کی جائیں گی تو آپ کی امت سب کی سردار ہوگی، اور کوئی امت اس وقت تک جنت میں داخل نہیں کی جائے گی، جب تک آپ کی امت جنت میں نہیں چلی جائے گی۔ جبرئیل امین کا یہ جواب سن کر حضور نے فرمایا: اب میری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب حضور اقدس کے فراق کی گھڑی آن پہنچی، اس وقت ہم ام المومنین عائشہ صدیقہ کے گھر میں داخل ہوگئے، ہم نے دیکھا، حضور کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں آپ نے فرمایا: تم لوگوں کو مبارک ہو، خدا تم کو (تا دیر) زندہ و سلامت رکھے، خدا تمہارا حامی و ناصر ہو، میں تم لوگوں کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں، خیر اور بھلائی کی تلقین کرتا ہوں، میں تمہیں اس بات سے ڈرانے والا تھا کہ اللہ کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک اور ساجھی نہ بنانا۔ میرا وقتِ فرقت قریب آچکا، اب میں اپنے اللہ کی، اور سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لوٹنے والا ہوں، اور اس جنت کی طرف جانے والا ہوں، جو میرا ابدی ٹھکانہ ہے۔ جو شخص، اس وقت میرے دین میں ہے، اور جو میرے بعد میرے دین میں داخل ہوگا، ان سب کو میرا اسلام پہنچے، اور ان سب پر اللہ کی رحمت ہو۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب حضور اقدس کا وصال ہوا تو صحابہ غم سے نڈھال ہوگئے، بہت سے لوگوں کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں، میں نے اپنے کپڑے سے حضور کا جسم مبارک ڈھانپ دیا۔ لوگ مختلف باتیں کرنے لگے۔ کسی نے کہا۔ حضور کی رحلت نہیں ہوئی، کسی نے کہا حضور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور منافقوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے، ان کا قلع قمع کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: جو یہ کہے گا کہ حضور کی رحلت ہوگئی میں اس کی گردن اڑادوں گا۔ مختلف باتوں سے شور و شغب ہوگیا،

حضرت علی نڈھال ہو کر گھر میں بیٹھ رہے، عثمان غنی پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔ لوگ کوئی بات پوچھتے تو ہاتھ کے اشاروں سے جواب دیتے۔ مصیبت اور غم و اندوہ کے اس طوفان میں جس کو اپنے ہوش و حواس پر مکمل قابو تھا، وہ صرف ابو بکر تھے۔ اللہ نے اس موقعہ پر ابو بکر کی مدد فرمائی، اور انھیں ثابت قدم رکھا۔ ابو بکر نے جب لوگوں کو یہ قرآنی آیت پڑھ کر سنائی تو لوگ مطمئن ہو گئے۔ انک میت وانھم میتون، ثم انکم یوم القیامة تبعثون۔

میراث

عمرو بن الحارث، جو ام المومنین حضرت جویریہ کے بھائی ہیں، بیان کرتے ہیں: حضور اقدس نے اپنے ترکہ میں صرف ہتھیار، اپنی سواری کا خچر اور کچھ زمین کا ٹکڑا چھوڑا تھا اور وہ بھی صدقہ فرما گئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئیں، اور کہنے لگیں: آپ کا وارث کون ہوگا؟ ابو بکرؓ نے جواب دیا: میرے اہل و عیال، حضرت فاطمہؓ نے پوچھا۔ پھر مجھے میرے باپ کی وراثت میں سے کیوں حصہ نہیں ملا؟ ابو بکر صدیق نے فرمایا۔ اس لئے کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم یعنی انبیاء جو کچھ چھوڑتے ہیں، وہ وقف ہوتا ہے، البتہ جن لوگوں کا روزینہ حضور نے مقرر فرما رکھا تھا، اب اس وقف کا متولی ہونے کی حیثیت سے میں بھی اسے ادا کرتا رہوں گا۔ اور جن لوگوں پر حضور خرچ فرمایا کرتے تھے، ان پر خرچ کروں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں: حضور نے ارشاد فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم انبیاء کی جماعت جو مال چھوڑتی ہے، وہ صدقہ ہوتا ہے۔

خواب میں دیکھنا

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے حقیقتاً مجھی کو دیکھا، اس لئے کہ شیطان میری صورت میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔

یزید فارسی، قرآن حکیم لکھا کرتے تھے، انہوں نے ایک مرتبہ حضور اقدس کو خواب میں دیکھا، اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس بقیدِ حیات تھے، ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے خواب بیان کیا۔ ابن عباس نے یہ ارشاد نبوی سنایا کہ "جو خواب میں مجھے دیکھتا ہے، وہ حقیقتاً مجھی کو دیکھتا ہے۔ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا" یہ ارشاد سنا کر خواب معلوم کیا۔ یزید فارسی نے بیان کیا کہ: آپ کا بدن، اور قامت دونوں معتدل اور میانہ تھے رنگ گندمی، مائل بہ سفیدی، آنکھیں سرمگیں، خندہ دہن، خوبصورت گول چہرہ، گنجان ریش مبارک، یہ سن کر ابن عباس نے کہا: اگر تم حضور اقدس کو عالمِ حیات میں دیکھتے تو اس سے زیادہ حلیہ نہ بتا سکتے۔ گویا بالکل صحیح حلیہ بیان کیا۔

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے واقعی مجھے ہی دیکھا۔

صلی اللہ علیہ وسلم

اشاریہ